۱۲۰۵
حصہ اول
فضل الباری فی تنقید صحیح البخاری

هبه کرده برای کتب خانه وقف سلطنت مرحومه

زمانه تولیت حضور پرنور جناب [illegible]

مولوی سید محمد حسنی صاحب مخدوم زیدی متولی

وقف سلطنت دام اقبالهم

[illegible] برای کتب خانه وقف سلطنت [illegible]

یخرج الحی من المیت

حصہ اول

فضل الباری فی تنقیح صحیح البخاری

من

تالیفات محی السنۃ قامع البدعۃ سیف الاسلام قاطع اعناق الکفرۃ
اللئام کاسر شوکۃ بعض بشیر الاسلام فخر الحکماء الالٰہیین
ظہیر الملۃ والدین مولانا السید علی اظہر دامت برکاتہ

جو خاص اس غرض سے لکھی گئی کہ تمامی اہل اسلام مین اتفاق ہو اور باہم کا اختلاف
رفع ہو جناب رسالتمآب کی احادیث صحیحہ غیر صحیحہ سے متمیز ہون اتفاقی اختلافی مین
فرق نمایان ہو تاکہ اتفاقی حدیثون پر تمامی اہل اسلام عامل ہون اور اختلافی کی
تحقیقات کرین اور موضوعات وضعاف سے محفوظ رہین اور اختلاف ونزاع کی
بیخ کنی ہو واللہ علی کل شئی قدیر۔

در مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن طبع شد

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد اگرچہ یہ کام فی الواقع نہایت ہی اہم ہے کہ صحیح بخاری کی اسطرح تنقید اور جانچ کی جاے کہ ہر ہر حدیث کی حقیقت پورے طور پر کھل جاے اور متفق علیہ بین الفریقین علیحدہ ہو اور اختلافی علیحدہ جس سے اصل شارع مقدس کا منشا اور بعد کے حواشی اور رنگ آمیزی کا پورے طور پر پتہ چل سکے کیونکہ اگرچہ بہت سی کتابیں خاص اس مادہ میں بھی تصنیف ہوئیں جن میں امام بخاری پر نکتہ چینی کی گئی اونکی حدیثیں غلط ثابت کی گئیں رجال میں قدح ہوئی مگر کسی سے یہ کام نہ ہو سکا کہ اوسکی اتفاقی حدیثوں کو علیحدہ کرے اور اختلافی کو الگ پھر اون اعتراضات میں یہ بھی نہیں کیا گیا کہ پوری صحیح بخاری سے بحث کی ہو بلکہ صرف معدودے چند روایتوں پر چہار ہوئی اور ما بقی روایتیں اپنے حال پر چھوڑ دی گئیں حالانکہ ضرورت تھی اسکی کیونکہ علامہ ابن الجوزی اپنے موضوعات میں لکھتے ہیں ولکن شرہ بذلک جمھور المحدثین فان من عادتہم تنفیق حدیثہم ولو بالبواطیل وھذا قبیح منہم لانہ قد صح من رسول اللہ انہ قال من حدث عنی بحدیث وھو یری انہ کذب فھو احد الکاذبین جس سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین اہل سنت کی یہی عادت ہے کہ وہ اپنی حدیثوں کو رواج دیتے ہیں اگرچہ بذریعہ اخبار باطلہ ہو اور یہ نہایت ہی قبیح

ہے کیونکہ حضرت سے بطور صحیح ثابت ہے کہ جو شخص مجھ سے کسی حدیث کی روایت کرتا ہو
اور وہ جانتا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ بھی کاذبون سے ہے پس چونکہ جمہور محدثین
کی یہی حالت ہو کہ اپنے اخبار موضوعہ کو رواج دین اور چونکہ عام طور پر اس کتاب کی
صحت بھی مان لی گئی ہے گو بہتون کو اوس سے اختلاف بھی ہو یا بعض حدیثون کو اسکی
نہ مانین یا بہ مقابلہ کتب فقہ امام ابو حنیفہ اسکی توہین کرین اور اسکی روایات کو مجروح بنائین
مگر مجموعی طور پر اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری ہی کہتے
ہین لہذا ہر خیر خواہ اسلام پر فرض ہے کہ اس کتاب سے پوری بحث کرے اور ہر ہر روایت
سے اسکے نتیجہ نکالے کیونکہ اگرچہ کہا جاتا ہے اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری مگر
عمل اسکے خلاف ہو قرآن اس کا تابع کیا جاتا ہے نہ یہ کہ صحیح بخاری قرآن کے تابع ہو اور
یہان پہونچکر پھر ایسا سکوت کیا جاتا ہے کہ آگے چلنے کی کسیکو طاقت ہی نہین رہتی۔
حالانکہ جہان وہ چاہتے ہین صحیح بخاری بلکہ صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی روایتون کو بالائے
طاق رکھدیتے ہین اور اپنے مسلمہ قواعد کو سب پر مقدم سمجھتے ہین۔

لہذا اضعف العباد علی اظہر نے صرف رضائے خدا اور ہدایت خلق کیلئے یہ ارادہ کیا
کہ اس کتاب کی ہر ہر حدیث سے مختصر طور پر کچھ بحث کرے جس سے پہلا فایدہ یہ ہوگا
کہ ہر شخص کو رسول اللہ کی صحیح حدیثون کا پتہ مل جائیگا جنکی نسبت حضرت عایشہ بیان
کرتی ہین کہ حضرت کی حدیثین تو اس قدر قلیل ہین کہ انگلیون پر اونکا شمار ہو سکتا ہے
جیسا کہ کتاب الاصول شمس الائمہ سرخسی مین ہے۔ دوسرا فایدہ یہ ہوگا کہ ہر شخص کو معلوم
ہو جائیگا کہ سنت رسول کا تابع کون ہے اور اسکا مخالف کون ہے جس کی اصلاح پھر
بہ آسانی ممکن ہے کیونکہ ابھی تک یہ حدیثین آنکھ بند کرکے قبول کیگئی ہین اصلی حال سے کمتر
لوگ واقف ہین۔ تیسرا فایدہ یہ ہوگا کہ ہر شخص کو معلوم ہوگا صحیح بخاری کی کتنی حدیثین
علماء اہلسنت کے نزدیک نہ قابل قبول ہین نہ لایق عمل پھر کس بنیاد پر اس کتاب کی صحت
کا دعوی کیا جاتا ہے اور بلا وجہ کیون عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہو کیونکہ اگر یہ حدیث اسکی صحیح اور
مستند ہو تو پھر کیا وجہ کہ قبول نہ ہو اور اوسپر عمل نہ کیا جائے چوتھا فایدہ یہ ہوگا کہ بلحاظ

کا تعصب دور ہوگا اتفاق و اتحاد کی ترقی ہوگی جسکی تمام مسلمانون کو سخت ضرورت ہے
کیونکہ تعصب کی جڑ یا جہالت ہے یا نفسانیت جب جہالت دور ہوگی تو نفسانیت بھی
از خود کم ہو جاوے گی کیونکہ تمام مسلمانون کو خدا اور رسول کے اتباع سے کام ہے جب حکم خدا
و رسول مثل آفتاب کے ظاہر ہو جائیگا پھر اختلاف کیون ہونے لگا اور ایک کو اختلاف کر کے
اغوا کرنے کا موقع کیون ملنے لگا۔

اسی لیے مینے یہ قصد کیا ہے (۱) صحیح بخاری کی پوری عبارت مع باب اور اصل حدیث
مع سند روات لکھون اور پھر اوسکا ترجمہ سلیس عبارت اردو مین لکھون کہ پہلے تو خود
وہ حدیث کہ یہ دیکھ لین کیسی ہین اور کہان سے آئی ہون کیونکہ اب وہ زیادہ نہین ہین جو
پہلے تھی بہت کچھ ہوشیار ہوی اور سمجھ بھی آئی حکومت کا دباو بھی اوٹھا عالمانہ غرور کا
ہبر بھی نکاہ ہوا صرف کہدینے پر کسی کا ایمان قائم نہین رہا دیکھ تحقیق مین (۲) اسکے بعد جسقدر
خود اعتراضات علماء اہل سنت سے لئے گئے ہین اور خود اون کے علما لکھ چکے ہین اون کو
لکھونگا جس سے خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ جو اب تک بطور رسم مسلمانون مین مشہور کیا گیا ہے
اصح الکتب بعد کتاب البادی صحیح البخادی کہان تک صحیح ہے اور کہان
تک غلط (۳) اس کے بعد جو جواب ان اعتراضون کا دیا گیا ہے اوسپر نظر کی جائیگی
اور دیکھا جائیگا کہان تک یہ جواب قرین صواب ہے اور کہان تک غلط کیونکہ جواب
دینے والون کا خیال زیادہ تر اسطرف مائل ہے کہ صحیح بخاری کا صحیح ہونا ثابت کرین
کسی پہلو سے ہو اگرچہ اسمین امر محال یا خلاف واقع باتین کیون نہ مانی جائین حالانکہ
اصلی کوشش اسکی چاہیے تھی کہ سنت رسول اللہ کی صحت ثابت کرین کہ حضرت کا
حکم واقعی کیا ہے مگر افسوس اسکا خیال کمتر کیا گیا بلکہ نہین کیا گیا کیونکہ

(الف) جواب مین زیادہ پہلو اسکا اختیار کیا گیا ہے کہ راویون کی عظمت و جلالت
ثابت کی گئی حالانکہ بہت سے جلیل القدر عہدہ دار جھوٹے ہوتے ہین یا اپنے مطلب
پر بات کسی کی گڑھ لیتے اور اصل کلام کو ٹال جاتے ہین جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا کہ بہت سی
روایتین اسکی ایسی مفتری ہین۔

(ب) اکثر جوابوں میں یہ روش بھی اختیار کی گئی ہے کہ ممکن ہے یوں ہو حالانکہ وہی نہیں
ایسے جوابوں کو نسبت حکم صریح خدا اور رسول میں کیا دخل اور اس سے وہ حدیث یا واقعہ
کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ امکان اور چیز ہے اور واقعیت دوسری چیز۔
غرض النسب جوابوں میں عقل و درایت سے بہت کم کام لیا گیا ہے حالانکہ وہ نہایت ضروری
ہے اور بغیر درایت کے کوئی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔

بہر حال اس تالیف کی بنیاد زیادہ تر کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری پہ ہے جسکے مصنف
علامہ لا ثانی حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں جن کی شرح کو وہی مرتبہ دیا گیا ہے جو متن صحیح
بخاری کو ہے اور درحقیقت لائق شارح نے بڑی جانفشانی سے کل اقوال علما کو اور انکے
اعتراضوں کو جمع کیا ہے اور جہانتک بنا ہے سبکا جواب بھی دیا ہے جس کے بار احسان سے خود
امام بخاری کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے مگر اصل حدیث اور صاحب حدیث صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم فریاد کر رہے ہیں کہ اول سے ثانی بڑھا ہوا ہے دوسرے **شرح عمدۃ القاری**
مؤلفہ علامہ عینی مطبوعہ مصر بھی میرے پاس بحمد اللہ موجود ہے جسکا مصنف فرقہ حنفیہ کا واجب التعظیم
امام ہے اور فقہ حنفی کے علاوہ علم حدیث پر بھی اوسکی نظر بہت وسیع ہے اور نہایت عمدگی سے
اس شرح کو لکھا ہے اصل میں یہی دونوں شرحیں ہماری اس کتاب کی ماخذ ہیں اور ما سوا انکے
جن جن کتابوں سے سند لائی جائیگی یا اون کی طرف رجوع ہوگی سبکا حوالہ صحیح بھی دیا جائیگا
اور حتی الوسع صفحہ مطبع کا نام بھی دیا جائیگا تاکہ کسیکو شک و شبہہ نہ رہے۔

اسی لئے میں نہ یہاں امام بخاری کے حالات لکھتا ہوں نہ اونکے تصنیف کی حالت
کیونکہ اس کتاب کو اونہوں نے ترتیب دیا تھا اون اعتراضوں کو لکھتا ہوں جو مجموعی طور
پر اس مجموعہ پر کئی گئی ہیں اور نہ اون احادیث کو لکھتا ہوں جو وضعی بنائی گئی ہیں جنکی نسبت کتاب
مستطاب استقصاء الافحام اور عبقات الانوار میں نہایت وضاحت سے
وہ اقوال لکھے گئے ہیں کیونکہ حافظ ابن حجر نے اس امر کے لئے مقدمہ علیحدہ رکھا ہے میں بھی ایک
مقدمہ علیحدہ لکھونگا اور وہ سب اقوال اوس میں جمع کرونگا یہاں تو سرسری طور سے ابتدا سے
صحیح بخاری سے بحث کیجاتی ہے جس کے اندر وہ سب اقوال بھی آجائینگے۔

چونکہ اس کتاب کی تالیف محض اہل اسلام کی خیرخواہی کی نیت سے ہو کہ تمام مسلمانون
کو اصلی اور سچی حدیثین رسول اللہ صلعم کی معلوم ہون اور اختلاف و نزاع باخودہا برطرف ہو اور
صحیح و وضعی متمیز ہو جائین لہذا خداوند عالم سے اجر اخروی کا مترقب ہون و ہان برادران
اسلامی سے بھی متمنی ہون کہ اس کتاب کو بنظر انصاف ملاحظہ کرین اور مولف کو دعای خیر سے
یاد کرین کیونکہ آج تک یہ راہ نہین اختیار کی گئی تھی اور نہ کسی نے اس امر عظیم کا ارادہ کیا تھا
خداوند عالم نے اس ناچیز کو اسکی توفیق عطا فرمائی جس سے امید ہے کہ اختلاف باخودہا رفع ہو
اور سب مسلمان ایک شاہراہ ہدایت کے سالک ہون کیونکہ خدا کے بعد رسول اللہ صلعم ہی کا یہ درجہ
ہے کہ تمام مسلمان اسکے مدعی ہین کہ ہم آپ پر صدق دل سے ایمان لائے ہین پس اگر آپ کا
سچا اور صحیح ارشاد کیا ہوا کل مسلمانون کو ملجاے اور سب سچے دل سے ایمان لائین اور
عمل کرین تو پھر اختلاف کیون ہو اور باخودہا نزاع کیون قایم ہے۔

اس کتاب سے امید ہے کہ تمام عالم پر ظاہر ہو جائیگا کہ کہان تک حضرت کے صحیح اور واقعی
اقوال لئے گئے ہین اور کہان تک اوس کے خلاف کاروائی کی گئی ہے کیونکہ یہ تو ہر شخص
جانتا ہے کہ خود امام بخاری کو نہ حضرت کا زمانہ ملا ہے جس سے یہ صحابی کہلائین نہ صحابہ سے
انکو ملاقات ہوئی جس سے لقب تابعی سے شرفیاب ہوتے بلکہ تبع تابعین کے بعد انکا درجہ ہے
جب پہلے تینون طبقے تمام ہو چکے تھے اور دنیا مین کذب و دروغ نے ایسی اشاعت پائی تھی کہ
مشکل سے کوئی سچی بات حدیث کی کسی کو ملسکتی ہو ایسے ہنگام مین جبکہ تمام عالم پر ظلم و ستم
کا دھوان دھار ابر چھایا ہوا تھا۔ دغابازون مکارون فریبیون کا دور دورہ تھا سلطنت
کے سوار و پیادے ایک ہاتھ مین کوڑا دوسرے ہاتھ مین اشرفیون کا توڑا لئے پھرتے تھے
کہ صادقین کے خون سے زمین کو رنگین کرین اور تمام عالم پر کاذبون کی عالمیت و امامت
کو ثابت کرین زیادہ اس غرض سے ملک کا دورہ کرتے کہ جہان تک ہوسکے وضعی حدیثونکو
رواج دین اور بڑے بڑے مفتریون کذابون سے بیش بہا حدیثین لے آئین جس سے
سلطنت کا بازو قوی ہو اور صادقین و راستبازون کی حدیثین محو ہو جائین۔
ہان چونکہ افتراؤن سے بھی کچھ سچ لا رہتا ہے مصنوعی موتیون مین سچے موتی بھی ملجاتے

ہین لہذا ہم بھی امید کرتے ہین کہ اس تحقیقات سے کچھ تو احادیث صحیحہ رسول مقبول صلعم کی
ملجائینگی وہی ایک قول ہمارے اور تمامی اہل اسلام کی ہدایت کے لئے کافی ہوگا اور اگر
صدق دل سے اونپر عمل کرینگے تو ضرور کامیاب ہونگے کیونکہ اب مسلمانونمین حق پسندی
کا مادہ بہت کچھ آچلا ہے۔ تقلید کے پھندے روز بروز ٹوٹتے چلے جاتے ہین لوگ جو یائے حق
نظر آرہے ہین راہ حق کی ہر طرف جستجو ہو رہی ہے اندھیری سے گھبرا رہے ہین ظلمت شب سے
تنگ آئے ہین سفیدہ صبح کیطرف سب کی نظر لگی ہوئی ہے افتاب عالمتاب کے ظہور کے
مشتاق ہین جہان ائمہ اربعہ کی تقلید سے نکلتے ہین وہان صحیح بخاری و صحیح مسلم کیطرف سے بھی
بیدل ہو رہے ہین کوی تو مطلقا حدیثون سے منکر ہو رہا ہے کوی صرف قران کو اپنی سپر
بنایا چاہتا ہے ایسے زمانہ مین اگر ان کتابون کے حدیثون کی تنقید ہوجاے جو کتابین عام طور
پر قرآن کے بعد مانی جاتی ہین اور عملی صورت مین کتاب اللہ سے بھی زیادہ وزنی قرار پائی ہین
تو فضل خدا سے امید ہے کہ ہم سب اہل اسلام راہ راست پر جلد پہونچ جائین اور ظلمات
ضلالت سے نکلکر چشمہ آب حیات سے تر زبان ہون۔

اب ہم اس تمہید کو یہین پر ناتمام چھوڑکر اصل مقصد کیطرف رجوع کرتے ہین اور صحیح
بخاری کی حدیثون پر ابتداے کتاب سے نظر کرتے ہین مگر یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے
(۱) بخاری صاحب نے مختلف اغراض سے کتاب کے حجم بڑھانے کے لئے ایک ایک
حدیث کو دس دس بیس بیس مقام پر لکھا ہے ہم حدیث کے ساتھ ایک فہرست دینگے
کہ یہ حدیث کہان کہان لکھی گئی ہے تاکہ حجم کتاب کا بلا ضرورت بڑھے اور مسلمانون کا
مال اور وقت ضائع نہ ہو بلکہ ایک مقام کی شرح ہر جگہہ پر کافی ہے۔
(۲) ترجمہ مین لفظی ترجمے کے ہم پابند نہ ہونگے بلکہ خلاصہ مطلب سے کام ہوگا تاکہ ہر مسلمان پڑھ سکے
معنی اور مطلب سمجھ سکے اور مقصود حضرت کا سب کو معلوم ہو جائے۔ مترجم الوکیل
(۳) جو مطالب فتح الباری اور عمدۃ القاری سے اخذ کئے جائینگے اونکی اصل عبارت عربی
کی ضرورت نہین ہے صرف ترجمہ کافی ہوگا ہان اگر دوسری کتاب سے کوی مطلب لیا جائیگا تو اونکی اصلی
عبارت بھی لکھ دیجائیگی اب مین اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہون وھو حسبی و نعم الوکیل

صحیح بخاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ وقول اللہ عزوجل انا وحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ وحدثنا الحمیدی قال حدثنا سفین قال حدثنا یحیی بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد بن ابراہیم التیمی انہ سمع علقمہ بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب علی المنبر یقول سمعت رسول اللہ انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او الی امراۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔

ترجمہ باب کیونکر ہوئی ابتداے وحی رسول اللہ کی طرف اور قول اللہ تعالی تحقیق ہم نے وحی کی تیری طرف جیسا کہ وحی کی طرف نوح کے اور پیغمبرون کے بعد اون کے بیان کیا مجھ سے حمیدی نے کہا بیان کیا مجھ سے سفین نے کہا بیان کیا مجھسے یحیی بن سعید انصاری نے کہا خبر دی مجکو محمد بن ابراہیم تیمی نے کہ سنا اونہون نے علقمہ بن وقاص لیثی کو کہتے ہوے کہ سنا مینے عمر بن خطاب سے منبر پر کہ کہتے تھے سنا مین نے رسول اللہ کو کہتے ہوے کہ نہین ہین اعمال مگر ساتھ نیتون کے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اوس نے نیت کی پس جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی کہ پاوے یا کسی عورت کی طرف کہ نکاح کرے اوس سے پس ہجرت اوسکی اوسی کی طرف ہے جس طرف اوس نے ہجرت کی۔

اس حدیث کو بخاری صاحب نے اپنی کتاب مین چھہ مقام پر لکھا ہے (۱) باب الایمان (۲) باب العتق (۳) باب ہجرت النبی (۴) باب النکاح (۵) باب الایمان والنذر (۶) باب ترک الحیل لیکن یہان کی عبارت اس طرح پر ہے ایہا الناس انما الاعمال بالنیۃ۔

اس حدیث کی صحت مین من حیث المعنی کسیطرح کلام نہین اور بیشک رسول اللہ کا کلام ہے جس سے کسی کو انکار نہین کیونکہ حضرت نے اس حدیث کے ذریعہ سے صرف مسلمانون ہی کی تعلیم بلکہ تمامی نوع انسان کی ہدایت فرمائی کہ ہر شخص کو خلوص نیت سے کام کرنا چاہئے اگر نیت خالص نہ ہوگی تو وہ کام بیکار ہے بلکہ جس غرض سے وہ کام کیا ہوگا وہی کام اوسکا نتیجہ

ہی اگر خدا کے لئے کیا ہی تو خدا سے اجر پائیگا اور اگر بغرض دنیا کیا ہو گا یا بطمع مال یا بطمع نکاح وغیرہ تو وہی اوسکا نتیجہ ہے اور وہی اوسکا اجر یہی وجہ ہے کہ خود قران مین ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین جس سے معلوم ہوا کہ عبادت مین اصل شی اخلاص نیت ہے۔

اگر انسان اس مین غور کرے تو اس حدیث کے ذریعہ سے انسان کامل بن سکتا ہی اور جملہ ترقیات دینی و دنیوی پر فائز ہو سکتا ہی کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل امر ہر کام مین نیت ہی جبتک نیت درست نہ ہوگی کوئی نتیجہ نہ مترتب ہو گا اگرچہ بظاہر وہ عمل کیسا ہی عمدہ اور نیک ہو اسیوجہ سے حضرت نے ہجرت کا نام لیا کیونکہ عوام کے خیال مین بظاہر یہ عمل ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بجز اخلاص اور کوئی امر اسکا داعی نہین ہوتا کہ خدا و رسول کیلئے گھر بار وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ دیوے اور غربت و ذلت کو گوارا کرے اسی وجہ سے مہاجرین بمقابلہ انصار و دیگر صحابہ و مسلمین تفاخر کرتے اور گردن کبر و غرور دراز کرتے پس جب ارشاد رسول سے یہ عمل بھی دنیاوی اغراض سے ہوتا ہی کہ کوئی بطمع دنیا گھر بار چھوڑتا ہی کوئی بطمع عورت تو اور اعمال کب ان شوائب سے پاک ہو سکتے ہین یہی وجہ ہے کہ بعض علما نے اس حدیث کو ثلث اسلام کہا ہی اور بعض نے ربع اسلام اسے قرار دیا ہی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہین کہ تمامی ائمہ سے بتواتر ثابت ہی کہ وہ اس حدیث مقدس کی تعظیم کرتے ہین ابو عبداللہ کہتے ہین کل احادیث جناب رسالتمآب مین اس حدیث سے بڑھکر جامع و مانع کوئی حدیث نہین جس سے آدمی مستغنی ہو جاتا ہے اور اس قدر اسکے فوائد و منافع ہین کہ کسی طرح اوسکا احاطہ نہین ہو سکتا عبدالرحمن بن مہدی شافعی بنقل بویطی۔ احمد بن حنبل علی بن مدینی ابوداود ترمذی۔ دارقطنی حمزہ کنانی کا اتفاق ہے اسپر کہ یہ ثلث اسلام ہے یعنی جو شخص اس حدیث پر صدق دل سے ایمان لائے اور عمل کرے ایک تہائی اسلام کا اوسمین پورا ہو جاتا ہی بعض نے اسکو ربع اسلام یعنی چوتھائی حصہ قرار دیا ہی اور باقی اختلاف ہو ابن مہدی کہتے ہین اس اس حدیث کو علم کے (۳۰) باب مین دخل ہی اور شافعی (۷۰) باب مین داخل سمجھتے ہین مگر قول دوم مین مبالغہ ہے عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہین کہ ہر باب کے شروع مین اس [illegible]

کو لکھنا چاہیئے بیہقی اسکے ثلث اسلام ہونیکی یہ وجہ بتاتے ہین کہ تکلیفات شرعیہ تین حصہ عضو سے
متعلق ہین قلب لسان جوارح پس نیت کا تعلق چونکہ قلب سے ہے لہذا ایک تہائی ہوا حالانکہ
اکثر اوقات مین یہ نیت بہت سے اعمال سے افضل ہے اور وہ تنہا بھی عبادت ہے اور سب عبادتین
اوسکی محتاج ہین اسیوجہ سے حدیث مین ہے نیة المومن خیر من عمله اور امام احمد بن حنبل اسکی
یہ توجیہ بیان کرتے ہین کہ جتنے احکام شرعیہ ہین اونکا مدار تین ہی قاعدہ پر ہے ایک یہی ہے کہ ہر
عمل تابع نیت ہے دوسرے یہ کہ حضرت نے فرمایا جو شخص ایسا عمل کرے جسپر ہمارا حکم نہین ہے وہ
رد ہے (مردود ہے) تیسرے یہ کہ حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے لہذا اس حدیث سے ثلث اسلام
کی تکمیل ہو جاتی ہے فتح الباری صفحہ ۵ - بہر حال چونکہ یہ حدیث قدیم الایام سے واجب التعظیم چلی
آتی ہے اور تمامی ائمہ دین نے اسکی عظمت و جلالت کا اقرار کیا کہ اس سے بڑھکر نافع و جامع و بالغ
و کثیر الفایدہ کوئی حدیث نہین لہذا تمامی مسلمانون کو اسکی تعظیم کرنی چاہیئے اور نہ صرف تعظیم بلکہ
عمل کیونکہ زبانی تعریف یا اقرار عظمت سے تو کوئی کام نہین چلتا۔

اعتراض یہان علماء اہلسنت نے امام بخاری پر کئی اعتراض کئے ہین پہلے یہ کہ خطبہ نہ لکھا جسمین
کہ حمد و صلوۃ ہوتی حالانکہ حضرت فرما گئے ہین کل امر ذی بال لایبدء فیه بحمد الله فهو اقطع
علامہ عینی نے کہا اسکا جواب دیا ہے اور اسیکو پسند کیا ہے کہ اصل مسودہ بخاری مین خطبہ تہا۔ مگر
ناقلین نے اوسکو حذف کر دیا جس سے اسیطرح رائج ہوا اسکے سوا اور بھی چند جوابات دئے ہین
مگر سب لغو ہین چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہین ثم انهم اعتذروا عن البخاري بأعذار هي
بمعزل عن القبول حق یعنی بخاری کیطرف سے بہت سے عذر بیان کئے گئے ہین مگر وہ قابل
قبول نہین اس جواب مین بھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب نقالون کو یہ اختیار حاصل تھا کہ کتاب کا خطبہ حذف
کر دین جسکے بعد پھر کسی کو اصل خطبہ کے لکھنے کی جرات نہ ہو تو احادیث منافی مطلب کے حذف و استخراج
یا تبدیل و تغیر مین اون کی دست درازی کو کون روک سکتا ہے اور کیونکر اعتماد رہ سکتا ہے۔ حافظ
ابن حجر یہ جواب دیتے ہین کہ خطبہ کے لئے کچھ ضرور نہین ایک ہی قاعدہ پر ہو بلکہ مقصود مصنف ظاہر
ہو جانا چاہیئے جو اس باب سے پورا ہو گیا رہی حدیث حمد و بسم الله وغیرہ کی سو وہ انکے شرایط
کے موافق نہ تھی اور یہ فرض تسلیم بھی کیجئے ضرور نہین کہ لکھی ہی جاوے اور لکھی ہی جاوے شاید بخاری

نے وقت کتابت زبان سے حمد کی ہو اور ادائے شہادت کیا ہو مگر نہ لکھا ہو۔ حضرت
بسم اللہ پر اکتفا کی ہو کیونکہ اصل مقصود تو ذکر خدا ہے اور حمد و تشہد کی ضرورت خطبہ مین ہے (جو
منبر پر یا یون پڑھے جاتے ہین) نہ رسایل و وثایق مین بس چونکہ بخاری نے خطبہ نہین شروع
کیا لہذا معلوم ہوا کہ وہ اس کتاب کو بمنزلہ رسالہ و مخطوط قرار دیتے ہین طرف اہل علم کے تاکہ اس
سے بہ حیثیت تعلیم و تعلم منتفع ہون صفحہ ۲۔ مگر تعجب ہے کہ حمد خداوند عالم اور نعت جناب رسالتمآب
مین تو انکو یہ بخل ہو اور حدیثون کے تکرار مین یہ فیاضی کہ ایک ایک حدیث کو دس دس
پانچ پانچ مرتبہ لکھین اور بے ضرورت حجم کتاب بڑھائین ان اعتراضون اور جوابون سے اسقدر
تو یقینی معلوم ہوا کہ اعتراض بہت چسپت ہے اور بغیر اسکے کوئی چارہ نہین کہ اقرار کیا جائے کہ
غلطی ہوئی یا یہ کہ زبانی کہہ لیا ہو جیسا کہ حافظ ابن حجر اور عینی دونون نے اعتراف کیا اب
اصلی وجہ اسکی ہم بتاتے ہین کہ چونکہ بخاری صاحب نے علی ابن مدینی اپنے استاد کی کتاب
سو اشرفیان دے کر چرا لی تھین اور جلد جلد اوسکی نقل کرا لی کہ کہین وہ نہ آ جائین اور ہمارا
راز فاش ہو جائے لہذا تو بغرض تعجیل خطبہ نہ لکھوایا کیونکہ وہ ضرور طولانی ہوگا جس مین حادثہ
کے حالات سے بخوبی بحث کی ہوگی جیسا کہ مقدمہ صحیح مسلم سے ظاہر ہے یا قصدًا اصل خطبہ کو نکال
دیا اور بلا خطبہ شائع کیا تاکہ اصل مصنف کا پتہ نہ چل سکے شارحین نے اس واقعہ کے چھپانے
کے لئے اس قسم کا سوال و جواب لکھنا شروع کیا تاکہ لوگ اسمین الجھے رہین اور اصل حال کسی کو
نہ معلوم ہو حالانکہ خود علماء اہلسنت اس واقعہ کے ناقل ہین چنانچہ مسلمہ بن قاسم اپنی تاریخ
مین لکھتے ہین وسبب تالیف البخاری الکتاب الصحیح ان علی بن المدینی الف کتاب
العلل وکان ضنینا بہ لا یخرجہ الی احد ولا یحدث بہ لشرفہ وعظم خطرہ وکثرۃ
فایدۃ فغاب علی بن المدینی فی بعض حوایجہ فاتی البخاری الی بعض بنیہ
فبذل لہ ماۃ دینار علی ان یخرج لہ الکتاب فاخرجت الکتاب فدفعہ الیہ وامضی علیہ

سلہ انکی جلالت قدر اسی عبارت سے ظاہر ہے کہ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری مین ذکر فضائل
صحیح مسلم لکھتے ہین ومن ذلک قول مسلمۃ بن قاسم القرطبی وھو من اقران الدارقطنی لما
ذکر فی تاریخہ صحیح مسلم قال لم یصنع احد مثلہ ۔ ۱۲ منہ۔

العهود و الموا ثیق ان لا یحبسه عنه اکثر من الامد الذی ذکر فاخذ البخاری الکتاب وکان مائة جزء من الوراقین (فدفعه الی اثنی عشر) واعطی کل رجل منهم دینارا علی نسخه و مقابلته فی یوم ولیلة فکتبوا الدیوان فی یوم ولیلة وقوبل ثم صرفه الی ولد علی بن المدینی فلم یعلم الخبر ثم ذهب البخاری فعکف علی الکتاب شهورا واستحفظه وکان کثیر الملازمة لابن المدینی (وکان ابن المدینی) یقعد یوما لاصحاب الحدیث یتکلم فی علله وطرقه فلما اتاه البخاری بعد مدة قال له ما حبسک عنا قال شغل عرض لی ثم جعل علی یلقی الاحادیث ویسایلهم عن عللها فلیبدر البخاری بالجواب بنص کلام علی فی کتابه فعجب لذلک ثم قال من این علمت هذا هذا قول منصوص والله ما اعلم احدا فی زمان یعلم هذا العلم غیری فرجع الی منزله کئیبا حزینا وعلم ان البخاری خدع اهله بالمال حتی اباحوا له الکتاب ولم یزل مغموما بذلک ولم یلبث الا یسیرا حتی مات واستغنی البخاری عن مجالسة علی والتفقه عنده بذلک الکتاب فخرج الی خراسان وتفقه بالکتاب ووضع الکتاب الصحیح والتواریخ فعظم شانه وعلا ذکره۔

بخاری صاحب کے اوستاد تھے علی بن مدینی جنکی خدمت مین بخاری صاحب اکثر حاضر رہا کرتے ابن مدینی نے ایک کتاب علم حدیث مین ایسی بے مثل تحریر فرمائی تھی کہ اوسکے شرف عظمت و جلالت کے لحاظ سے اوسکو ابن مدینی کسی کو دکھاتے ہی نہ تھے اتفاق سے وہ بضرورت کہین سفر کو گئے بخاری صاحب نے اس موقع پر ابن مدینی کے ایک فرزند کو سو دینار اس وعدہ پر دیئے کہ اپنے باپ کی کتاب نکال دو کہ مین دیکھون اور تین دن میرے پاس رہے اوس فرزند کو مال نے مفتون کیا اور اپنی ماں سے یہ لطائف الحیل کتاب نکلوا کر بخاری صاحب کو دی اور بہت سے عہود و مواثیق لے کر تین دن سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھنا بخاری صاحب کو کتاب ملتے ہی فورا یہ تدبیر کی کہ سو کاتبون کو دی کیونکہ سو جز کی کتاب تھی اور ہر ایک کو ایک ایک دینار دیا اور کہا ایک شب و روز مین لکھ دو [illegible] مقابلہ بھی کر دو جب [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] [illegible] اور کہا کہ [illegible]

صرف دیکھا تھا اسکے بعد بخاری صاحب نے اوس کتاب کو لیکر مہینون مین یاد کیا اس
مدت مین ابن مدینی صاحب بھی واپس آئے لیکن اونکے پیچھے جو کارروائی ہوی تھی اوس
سے بالکل ناواقف تھے انکا قاعدہ یہ تھا کہ ارباب حدیث کے لئے ایک صحبت مقرر کرتے تھے جس مین
علل وطرق حدیث وغیرہ کے متعلق کلام کرتے تھے ایک مدت کے بعد اوس صحبت مین بخاری
صاحب بھی تشریف لائے ابن مدینی نے پوچھا کہ اتنے دنون کیا مانع رہا عرض کیا مجھے ایک کام
درپیش رہا پھر ابن مدینی نے احادیث بیان کرکے اونکے علل کے متعلق حاضرین سے سوال
کرنا شروع کیا جو ابن مدینی نے اپنی کتاب مین لکھے تھے (جسے مہینون مین بخاری صاحب حفظ
کرکے آئے تھے) ابن مدینی کو تعجب ہوا اور بخاری صاحب سے کہا کہ تمہین یہ باتین کہان سے
معلوم ہوگئین یہ قول تو منصوص ہے خدا کی قسم اپنے زمانہ مین سوا اپنے کسیکو اس علم
کا عالم نہین پاتا ہون بعد ازان ابن مدینی دل شکستہ اور محزون اپنے گھر مین آئے اور معلوم
کیا کہ بخاری صاحب نے اونکے اہل کو مال دیکر فریب دیا اس امر سے ابن مدینی ہمیشہ غمگین رہے
اور آخر کار تھوڑے ہی زمانہ مین بیچارے نے جان دیدی اور بخاری صاحب اوس کتاب
کی بدولت ابن مدینی کی خدمت مین حاضری اور اونسے تفقہ حاصل کرنے سے بھی بے نیاز
ہوگئے اور اوس کتاب سے تفقہ حاصل کرکے اپنی کتاب صحیح اور دیگر کتب تواریخ لکھی اور
بڑی عظمت و بزرگی ملی بظاہر قرینہ معلوم ہوتا ہے کہ علی ابن مدینی نے اس کتاب کا
خطبہ طولانی لکھا جس مین علل و تواریخ صحابہ و رواۃ سے بحث کی تھی اوسی خطبہ کو بخاری
صاحب نے علحدہ کتاب قرار دی جو باسم تاریخ بخاری مشہور ہی غرض اصل وجہ یہ خطبہ ہونے
کی یہی ہو اور عام قاعدہ یہی ہے کہ اگر کوی شخص کسی دوسرے کی کتاب اپنے نام سے مشہور
کرتا ہے تو یہی ترکیبین کرتا ہی دوسرا قرینہ اسکا یہ بھی ہے کہ حدیثین سب کٹی چھٹین ہوئی
ہین اور بعض بیحد چھوٹی ہین جس کی وجہ غالبًا یہ معلوم ہوتی ہے کہ علی بن مدینی نے ہر حدیث کے نیچے
فوائد لکھے ہونگے کہ اس حدیث سے ان ان مسایل کا استنباط ہوسکتا ہی بخاری صاحب
نے اونہین فوائد کو کچھ اپنی عقلی ڈھکوسلون کے ساتھ باب قرار دیا اور حدیث کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہر
باب کے تحت مین لکھا جس سے اصل حدیث ہر جگہ ابتر ہوگئی اور تناقض بھی پیدا ہوگیا چنانچہ

تائید اسکی اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر مقدمہ مین لکھتے ہین قال الحافظ ابو ابراہیم بن احمد المستملی قال انتسخت کتاب البخاری من اصلہ الذی کان عند صاحبہ محمد بن یوسف الفربری فرایت فیہ اشیاء لم تتم واشیاء مبیضۃ منہا تراجم لم یثبت بعدہا ومنہا احادیث لم یترجم علیہا فاضفنا بعض ذلک الی بعض

جس سے معلوم ہوا کہ اصل نسخہ صحیح بخاری کا جو محمد بن یوسف فربری کے پاس تھا وہ بہت ہی ناتمام تھا کہین کچھ ناتمام تھا کہین سادی جگہ چھوٹی ہوئی تھی کہین باب تو لکھ دیا مگر حدیث نہ لکھی کہین حدیث لکھی تھی مگر باب نہ تھا جسکے نسبت حافظ ابو اسحاق کہتے ہین کہ ہمنے ان سب کو درست کیا اور ملا دیا حافظ ابو الولید باجی کہتے ہین کہ اسکی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ روایت ابو اسحاق مستملی اور روایت ابو محمد سرخسی اور روایت ابی الہیثم کشمیہنی اور روایت ابو زید مروزی باوجود مختلف ہے بہ اعتبار تقدیم و تاخیر حالانکہ سب ایک ہی نسخہ سے اسے نقل کرتے ہین جسکی یہی وجہ ہے کہ ہر شخص نے اپنی اپنی فہم کے مطابق ادہر ادہر اضافہ کیا۔

پس ان حالات سے بھی بہ خوبی ہمارے بیان کی تصدیق ہوگی کہ چونکہ صحیح بخاری کی تالیف اس طور سے ہوتی ہے کہ علی ابن مدینی کی کتاب کو الٹ پلٹ کیا تھا لہذا یہ سب خرابیان پیدا ہوئین ورنہ اگر مثل صحیح مسلم کے یہ کتاب بلا سرقہ مرتب ہوئی تو کم سے کم یہ فایدہ ضرور ہوتا کہ پوری حدیث یکجا ملتی۔

بہرحال اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کا مولف شخص واحد یعنی صرف امام بخاری نہین ہین بلکہ وقتاً فوقتاً بہت سے لوگون نے اسپر اصلاحین دی ہین اور اضافے کئے ہین اور جس سے جو بنا وہ بنایا بگاڑا اب یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا وہ سب بھی مثل امام بخاری کے محدث کامل امام تھے جو صحیح بخاری کے مجموعہ پر صحت کا گمان جاری ہو

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر کیف کان الوحی لکھتے تو اچھا ہوتا بہ نسبت اسکے کیف کان بدء الوحی کہا کیونکہ حدیثین جسقدر لکھی ہین وہ سب نفس وحی سے متعلق ہین نہ کیفیت ابتداے وحی سے۔

تیسرے یہ کہ حدیث الاعمال بالنیات کو کسی قسم کی مناسبت اس باب سے نہین ہے یہان

تک کہ خطابی نے شرح مین اور اسمعیل نے مستخرج مین فعل باب اسکو لکھا ہو یعنی اہل باب
سے اسکو خارج کر دیا ہے اور بلا ذکر باب اس حدیث کو لکھا ہی کیونکہ ان کے خیال مین یہ حدیث
صرف تبرکا لکھی گئی ہے ابن رشید کا بیان ہو کہ بخاری نے اس حدیث کو صرف اس غرض سے
لکھا ہی کہ لوگونکو معلوم ہو وہ نیت خالص سے اس کتاب کو لکھ رہے ہین اور بعضونکا یہ خیال
ہو کہ بخاری نے یہ حدیث بمنزلہ خطبہ قرار دیا مگر حق یہ ہے کہ الجامع من اللہ یہ حدیث اونکی زبان
سے شروع کتاب مین نکلگئی تاکہ ہر شخص کو معلوم ہوجائے نہ ہر مہاجر مہاجر ہے نہ ہر صحابی صحابی ہو بلکہ
جسکی جیسی نیت ہو ویسے ہی اوسکی جزا۔

شان صدور مین اس حدیث کے لکھتے ہین کہ عرب کا قاعدہ تھا زمانہ جاہلیت مین کہ
غلامون سے عربیہ کا نکاح نہین کرتے تھے کفو کا اونکو بہت خیال رہتا تھا اسلام نے چونکہ
عام مسلمانون مین مساوات کا قاعدہ جاری کیا لہذا بہت سے لوگون نے اسی غرض
مکہ سے ہجرت کی کہ وہان جاکر نکاح کرین چنانچہ بعض لوگونکا نام بھی مہاجر ام قیس رکھدیا گیا
کیونکہ وہ اسی غرض سے ہجرت کرکے آئے تھے کہ ام قیس سے نکاح کرین عینی ج ۱ فتح الباری ج
علامہ عینی یہان لکھتے ہین کہ چونکہ لفظ ہجرت عام ہے لہذا کل اقسام ہجرت پر یہ حدیث حاوی
ہے خواہ وہ (۱) ہجرت حبشہ ہو (۲) یا ہجرت اہل مکہ طرف مدینہ کے (۳) یا ہجرت قبایل آن
حضرت ص کی طرف (۴) یا ہجرت مسلمین مکہ طرف آنحضرت ص کے (۵) یا ہجرت مسلمین منہیات سے
غرض کوئی ہجرت ہو جبتک نیت خالص نہ ہوگی وہ لاشے ہے۔

اس حدیث سے اگرچہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بغیر نیت کے کوئی عمل صحیح نہین ہوتا مگر بہت
سے علماء اہلسنت نے اس سے مخالفت کی ہے اور نیت کو غیر ضروری سمجھتے ہین جیسا حافظ
ابن حجر لکھتے ہین قال ابن دقیق العید الذین اشترطوا النیۃ قدروا صحۃ الاعمال و
الذین لم یشترطوھا قدروا کمال الاعمال پھر لکھتے ہین ومن ثم خالف الحنفیۃ
فی اشتراطھا للوضوء وخالف الاوزاعی باشتراطھا فی التیمم جس سے معلوم ہوا
کہ بعض علما نیت کو شرط نہین جانتے بلکہ اوسکو کمال اعمال سے متعلق سمجھتے ہین اور حنفی وضو مین
نیت کو شرط نہین لیتے اور امام اوزاعی تیمم مین بھی اسکی ضرورت کے قایل نہین ہین۔

اس حدیث سے بہت سے احکام کا استنباط کیا گیا ہے مگر سب سے زیادہ لطف انگیز یہ مضمون ہے کہ علامہ عینی لکھتے ہین احتج به بعضهم علی انه لا یواخذ به الناسی و المخطی فی الطلاق العتاق ونحوهما لانه لا نیة لهما قلت یواخذ المخطی فیصح طلاقه حتی لو قال اسقنی مثلا فجری علی لسانه انت طالق وقع الطلاق لان القصد امر باطنی لا یوقف علیه فلا یتعلق الحکم بوجود حقیقة بل یتعلق بالسبب الظاهر الدال و هو اعلی القصد بالعقل و البلوغ ص ۱۴ - بعض لوگون نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ناسی اور مخطی طلاق اور عتاق کے بارے مین نہ ماخوذ ہوگا کیونکہ اوسنے کسی امر کی نیت نہ کی تھی نسیاناً یا ازراہ خطا یہ الفاظ طلاق و عتاق کے اوسکی زبان جاری ہوگئے۔ عینی کہتے ہین کہ نہین بلکہ وہ ماخوذ ہوگا اور طلاق واقع ہو جائیگا مثلاً وہ کہنا چاہتا ہے کہ ہمکو پانی پلاؤ اور زبان سے نکل گیا لاعن قصد کہ تو طالق ہے تو طلاق ہو جائیگا کیونکہ قصد و نیت امر باطنی ہے اوس سے کوئی حکم متعلق نہین ہو سکتا (اگرچہ صاحب نیت اپنی نیت کو بیان کرے) بلکہ حکم کا تعلق ظاہر سے ہے کہ وہ قابلیت قصد ہے جو بلوغ و عقل سے ہے۔

اب ناظرین انصاف کرین کہ یہ صریح مخالفت حکم خدا و رسول ہے یا نہین کیونکہ حضرت تو ہر عمل کو تابع نیت فرما رہے ہین اور یہان برخلاف اوسکے حکم دیا جاتا ہے کہ گو تم نے نیت کی کہ پانی طلب کرین مگر چونکہ زبان سے لفظ طلاق نکل گیا لہذا حکم طلاق واقع ہو جائیگا حالانکہ امر طلاق مین شارع نے سخت شرائط مقرر کئے ہین تا کہ طلاق کم واقع ہو مگر حنفیون کو طلاق دینے مین ایسا عشق ہے کہ کسی طرح سہواً یا خطاءً یہ لفظ زبان سے نکلا اور طلاق ہو گیا۔

ابو جعفر طبری قائل ہین کہ یہ حدیث بعض آدمیون کے طرق پر مردود ہو گئی کیونکہ یہ حدیث فرد ہے اسکو صرف علقمہ نے عمر سے روایت کی ہے اور صرف محمد بن ابراہیم نے علقمہ سے اور صرف یحیے بن سعید نے محمد بن ابراہیم سے اور اسی یحیے بن سعید کی بدولت یہ حدیث مشہور ہوئی شیخ قطب الدین لکھتے ہین کہ اگرچہ یہ حدیث چند طریقون سے آئی ہے مگر متواتر نہین ہے بلکہ افراد مین سے ہے کہ صرف حضرت عمر ہی اس حدیث کے راوی ہین مگر ابن منده [illegible] ہوت سے [illegible] گنوائے ہین [illegible] کے سب [illegible] راوی [illegible]

لکھے ہین جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حدیثون کی روایت مین کیسے اختیارات ان کو
حاصل ہین کہ جب چاہا افراد سے بنایا جب چاہا متواتر کر دیا جب چاہا مشہور رکھا۔
کہان تو اتنے محدثین کا یہ بیان تھا کہ بجز حضرت عمر کوئی اسکا راوی نہین اور کہان یہہ
وسعت کہ سترہ صحابی بنائے گئے حالانکہ خود ہی لکھتے ہین۔ قد ذکر فی تہذیب مستمر
الاوہام لابن ماکولا ان یحیی بن سعید لم یسمعہ من التیمی وذکر فی موضع اخری
انہ یقال لم یسمعہ التیمی عن علقمہ یعنی ابن ماکولا نے لکھا کہ یحیی بن سعید نے جو اول راوی
ہین اس حدیث کی نہین سماعت کی محمد بن ابراہیم تیمی سے اور دوسرے مقام پر یہ لکھا ہے
کہ تیمی نے علقمہ سے نہین سنا پھر یہ روایت صحیح کیونکر ہوئی کیونکہ صحت روایت کی شرط تو
ملاقات اور سماعت ہی ہے عینی اسکا جواب یہ دیتے ہین کہ مگر بخاری کا اسطرح روایت کرنا ان
سب اعتراضون کو رد کر دیتا ہے اور نیز محمد بن جریر طبری کے اس قول کو کہ یہ حدیث بعض
محدثین کے نزدیک مردود ہے کیونکہ فرد ہے۔
تعجب ہے کہ خود بخاری صاحب پر تو یہ سب اعتراض ہون کہ روایت مردود کو لکھا اور ایسی
حدیث کو داخل صحیح کیا جس مین راوی اول و دوم سے ملاقات ہی نہین اور ان سب کا
جواب یہ دیا کہ بخاری کے اس طرح روایت کرنے سے وہ سب اعتراض رد ہوگئے یہ کون سا
انصاف ہے اگر صرف انکے روایت کرنے کو یہ عزت ملی ہوتی تو پھر کوئی اعتراض ہی کیون کرتا
اب اگر آپ یہان عذر کرینگے تو معلوم ہوگا کہ بخاری صاحب نے صرف اس خیال سے کہ
ابتدائے کتاب مین کسی طرح حضرت عمر کا نام آجائے اس روایت کو یہان لکھا جسپر کس قدر
اعتراضات ہین اگر اس خیال کو وہ اپنے دل سے نکال ڈالتے تو اسی مضمون کی دوسری
روایت لکھتے جو ان اعتراضون سے پاک و صاف ہوتی۔
بہر حال امام بخاری نے اس حدیث کو کسی خیال سے لکھا ہو اور اس طریقہ پر کتنے ہی اعتراض
کیون نہ ہون مگر نفس حدیث کی صحت اور اس کلام ہدایت التیام کی عظمت و احترام مین
کسی طرح کا عذر نہین ہو سکتا جس سے اسلام کی ایک چوتھائی یا ثلث کی حفاظت ہوتی ہے
مگر تعجب ہے کہ علماء اہل سنت صرف زبانی اقرار اوسکی عظمت کا کرتے ہین اور دل سے کسی طرح نہین

مانتے۔ حضرت تو اس ہجرت کو تابع نیت فرمائین اور یہ لوگ اس صحابیت و ہجرت کو وہ درجہ
عنایت کرین جسکے بعد نہ کسی گناہ سے اوس مین رخنہ پڑے نہ نفاق بلکہ ارتداد سے رسول اللہ صلعم
تو اس تصریح سے فرمائین کہ جسکی ہجرت جس نیت سے ہوگی اوسکی وہی غرض اصلی ہے خواہ طلب
دنیا ہو یا تزویج مگر یہ لوگ صحابہ کی حفاظت مین اس فرمان واجب الاذعان کو بالائے طاق
نسیان رکھدین دیکھئے علامہ تفتازانی شرح مقاصد مین لکھتے ہین۔

ما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ
والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ
حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب
الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا
کل من لقی النبی صلعم بالخیر موسوما الا ان العلماء لحسن ظنہم باصحاب رسول اللہ ذکر
والہا محامل وتاویلات بہا یلیق وذہبوا الی انہم محفوظون عما یوجب التضلیل
والتفسیق صونا لعقائد المسلمین من الزیغ والضلال فی کبار الصحابۃ سیما
المہاجرین والانصار والمبشرین بالثواب فی دار القرار انتہی۔

ترجمہ یعنی جو کچھ درمیان صحابہ کے محاربات و مشاجرات واقع ہوئے جیسا کہ کتب تواریخ و
سیر مین مسطور اور ثقات کی زبان پر مذکور ہین وہ اسپر دلالت کرتے ہین کہ بعض صحابہ نے
راہ حق سے عدول کیا اور حد ظلم و فسق تک پہونچے اور ان سب امور کا باعث بغض و عناد اور
حسد و لداد تھا کہ طالب ملک و ریاست ہوئے اور لذات و شہوات کی طرف مائل ہوئے کیونکہ
نہ کل صحابی معصوم ہین نہ یہ کہ جس نے رسول کو دیکھا ہو وہ نیکی و خوبی کے ساتھ متصف ہو مگر
علما چونکہ صحابہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہین تو سب کی تاویل کرتے ہین تاکہ عقاید مسلمین محفوظ رہین
اور کبار صحابہ خاصۃً مہاجرین و انصار کے بارے مین جہلا و عوام الناس کو بدظنی نہو جائے
اور انکے مبشر بالجنۃ جاننے مین فرق نہ آجائے انتہی۔

اس تقریر کو حدیث مذکور سے ملائے تو خود بخود نتیجہ ظاہر ہوگا کیونکہ حضرت صلعم صراحت سے
فرماتے ہین جسنے ہجرت بغرض تحصیل دنیا کی ہے اوسکی ہجرت اسی غرض کیطرف ہے دنیا ہو

رسول کیطرف) مگر علامہ تفتازانی اس حدیث پر ایمان لانے کہ موجب خرابی عقاید مسلمین جانتے
ہین اور چاہتے ہین کہ اون مہاجرین و انصار کو اچھا سمجھے رہین جن کے ظلم و فسق و حقد و
حسد و طلب ملک و مال کا خود اقرار کرتے ہین اب فرمائے کہ رسول اللہ زیادہ خیر خواہ ہین
جو یہ فرماتے ہین۔ یا علماء اہل سنت زیادہ خیر خواہ ہین امت کے جو صحابہ کے ان اسرار کا ظاہر
ہونا نہین پسند کرتے اور تاویلین کر کے امر حق کو پوشیدہ کرتے ہین۔ اگر مسلمانون کے عقاید
کی حفاظت اسی صورت سے ہو سکتی ہے کہ ظالمون کا ظلم اور فاسقون کا فسق مخفی کر دیا
جائے تو معاذ اللہ ناحق رسول اللہ نے یہ حدیث فرمائی اور امام بخاری نے شروع
کتاب مین اسکو لکھا امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین لکھتے ہین بذیل تفسیر آیہ کریمہ
ولو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبهم ولکن الله الف بینهم المسئلة
الثالثة دلت هذه الاية علی ان القوم کانوا قبل شرعهم فی الاسلام وفتابعة
الرسول فی مخصومة الدائمة والعداوة الشدیدة یقتل بعضهم بعضها و
یغیر بعضهم علی البعض فلما امنوا بالله ورسوله والیوم الاخر زالت الخصومات
وارتفعت الخشونات وحصلت المودة والمحبة الشدیدة واعلم ان التحقیق
عند تصور حصول خیر وکمال المحبة معللة بهذا التصور المخصوص فمتی کان
هذا التصور حاصلا کانت المحبة حاصلة ومتی حصل تصور الشر والبغض کانت
النفرة حاصلة ثم ان الخیرات والکمالات علی قسمین احدهما الخیرات والکمالات
الباقیة الدائمة المبراة عن جهات التغیر والتبدل والثانی وهو الکمالات
المتبدلة المتغیرة وهو الکمالات الجسمانیة والسعادات البدنیة فانها وانها
سریعة التغیر والتبدل کانه یتنقل من حال الی حال فالانسان بتصور ان
له فی صحبة زید یحصل حالا عظیما فیحبه ثم یخطر بالبال ان ذلک المال الحیرة نبغضه
ولذلک قیل ان العاشق والمعشوق ربما حصلت الرغبة والنفرة بینهما
فی الیوم الواحد مرارا لان المعشوق انما یرید العاشق لماله والعاشق انما
یرید المعشوق لاجل اللذة الجسمانیة وهذان الامران مستعدان للتغیر

فی هذه المسئلة بیان ان الرغبة [illegible]

الانتقال فلاجرم كانت المحبة الحاصلة بينهما والعداوة الحاصلة بينهما غير
باقيين بل كانتا سريعتي الزوال والانتقال - اذا عرفت هذا فنقول الموجب المحبة
والمحبة ان كان طلب الخيرات الدنيوية والسعادات الجسمانية كانت تلك المحبة
سريعة الزوال والانتقال لان المحبة تابعة لتصور الكمال وتصور الكمال تابع لحصول ذلك
الكمال فاذا كان ذلك الكمال سريع الزوال والانتقال كانت معلولاتها سريعة التبدل
والزوال واما ان كان الموجب للمحبة تصور الكمالات الباقية المقدسة عن التغير
لان حال المعلول في البقاء والتبدل تبع لحال العلة وهذا هو المراد من قوله الاخلاء
يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين اذا عرفت هذا فنقول العرب كانوا قبل
مقدم الرسول طالبين للمال والجاه والمفاخرة وكانت محبتهم معللة بهذه العلة
فلاجرم كانت تلك المحبة سريعة الزوال وكانوا بادنى سبب يقعون في الحرب
والفتن فلما جاء الرسول ودعاهم الى عبادة الله تعالى والاعراض عن الدنيا و
الاقبال على الآخرة زالت الخشونة والخصومة عنهم وعادوا اخوانا متوافقين
ثم بعد وفاته لما انفتحت عليهم ابواب الدنيا وتوجهوا الى طلبها عادوا الى
محاربة بعضهم بعضا ومقاتلة بعضهم مع بعض فهذا هو السبب الحقيقي في هذا
الباب انتهى ص ۵۶۳ جلد رابع چھاپہ مصر - **ترجمہ** محصل اسکا یہ ہے کہ خدا نے فرمایا اگر تم دنیا
کی کل چیزوں کو صرف کرتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہیں پیدا کر سکتی تھی مگر خدا نے
انکو باہم ملا دیا اسکی تفسیر میں مسئلۂ ثالثہ میں فخر رازی کہتے تھے کہ قوم عرب قبل ورود اسلام خصومت
دائمہ اور عداوت شدیدہ میں بسر کرتی تھی جسسے ایک دوسرے کو قتل کرتا تھا بعد قبول ایمان وہ
باتیں زائل ہوگئیں اور تحقیق اس مطلب میں یہ ہے کہ محبت کسی سے اسوقت ہوتی ہے جب
کسی خوبی کا تصور کرتے ہیں اور جب تصور شر ہوتا ہے تو نفرت ہو جاتی ہے پس محبت وعداوت
تابع اسی خوبی و برائی کے ہے اب وہ خیر و خوبی دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جو دائمی اور باقی
ہیں انکو زوال نہیں کہ وہ کمالات نفسانی ہیں دوسرے وہ جو بوقت عروض
زوال و تغیر و تبدل اٹھا لیتے ہیں جنکو کمالات جسمانی سے تعبیر کرتے ہیں کہ وہ مثل بادل سے اڑ جاتے

(۲) والزوال لما كانت تلك الكمالات باقية ممتنعة التغير

ہین کہین قرار نہین ہوتا مثلاً کسی آدمی نے یہ خیال کیا کہ ہم زید کی صحبت مین ہینگے تو دولت
ملیگی پس اس خیال سے محبت ہوتی ہے اور جب یہ خیال ہوا کہ اس سے ہمکو کوی نفع نہین
ہے تو اوس سے نفرت و عداوت ہوگی۔ اسیوجہ سے کہا جاتا ہے کہ درمیان عاشق و معشوق
کے ایک ہی روز مین چند بار محبت و عداوت ہو جاتی ہے کیونکہ محبت عاشق بغرض لذت
جسمانی ہے اور محبت معشوق بغرض مال چونکہ یہ دونون چیزین ہر وقت قابلیت زوال و
تغیر رکھتی ہین تو جو محبت اسکے تابع ہے وہ بھی زوال و تغیر کے پھیر مین رہیگی پس جو محبت و
مودت تابع مال و لذت جسمانی ہے وہ ہر وقت قابل زوال و تغیر ہوگی کیونکہ جب خود
علت کا یہ حال ہے تو معلول کا بدرجہ اولے یہ حال ہوگا اور جو محبت و مودت اون
کمالات باقیہ و منافع غیر زوال پذیر کے تابع ہون پس وہ محبت و مودت بھی باقی
رہیگی اور زوال پذیر نہ ہوگی اور یہی مضمون اس آیہ کا ہے جو خدا فرماتا ہے کہ دوست لوگ
روز قیامت باہم دشمن ہون گے مگر نیکوکار و پرہیزگار لوگ پس جب یہ سمجھ چکے تو اب ہم
کہتے ہین کہ عرب کے لوگ قبل مقدم رسول طالب مال و جاہ و خواہان مفاخرت و نخوت
تھے پس اونکی محبت بھی انہین اغراض پر مبنی تھی اسیلیے یہ محبت جلد زوال پذیر ہوئی کہ ہر
وقت ذرہ ذرہ سے بات پر آمادہ فتنہ و فساد ہوتے اور قتل پر تیار ہو جاتے جب رسول خدا
نے اونکی دعوت اسلام کی طرف کی اور خدا کی عبادت کی طرف رغبت دلائی اور ترک
خواہش ہاے دنیا و میل طرف آخرت کے ترغیب دی تو وہ بغض و عداوت باخود ہا کا اون
دور ہوا اور مثل بھائی بند کے ہوگئے جب رسول اللہ نے وفات پائی اور ابواب دنیا
لوگوپر مفتوح ہوئے اور اسکے خواہان و جویان ہوئے تو پھر اپنی حالت سابقہ پر عود
کر گئے اور آپس مین جنگ و جدال شروع کردیا پس یہی سبب حقیقی ہے ان لوگون کی
جنگ و جدال و حرب و قتال کا۔

اس عبارت کے ہر فقرہ پر غور کیجئے تو خود معلوم ہو جائیگا ان صحابہ کی کیا حالت تھی
کس وجہ سے انہون نے اسلام قبول کیا اور قبل وفات آنحضرت کیون اتفاق رہا اور بعد وفات
وفات حضرت کیون انمین اسقدر اختلاف اور جنگ و جدال ہوا پس باوصفیکہ اسکا اقرار

بھی کیا جاتا ہے کہ بوجہ محبت دنیا ان مین اسقدر خون ریزیان ہوئین پھر بھی اس حدیث
کے روسے وہ نکالے جاتے ہین اور فمن کان ہجرتہ الی دنیا مین نہین داخل کیے
جاتے یہ کون سا انصاف ہے۔ اور امام محمد بن محمد الغزالی حجۃ الاسلام سر العالمین و
کشف الدارین مین لکھتے ہین اختلف العلما فی ترتیب الخلافۃ وتحصیلها لمن آل امرها
الیہ فمنهم من زعم انها بالنص ودلیلهم فی المسئلۃ قولہ تعالی قل للمخلفین من الاعراب
ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونهم او یسلمون فان یطیعوا یؤتکم اللہ
اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما وقد دعاهم ابوبکر
بعد رسول اللہ صلعم الی الطاعۃ فاجابوہ وقال بعض المفسرین فی قولہ تعالی اذ اسر النبی
الی بعض ازواجہ حدیثا قال فی الحدیث ان اباک هو الخلیفۃ من بعدی یا حمیرا
وقالت امرءۃ اذا فقدناک فالی من نرجع فاشار الی ابی بکر ولان امام المسلمین
علی بقاء رسول اللہ و الامامۃ عماد الدین هذہ جملۃ ما تتعلق بہ القائلون بالنصوص
ثم تاولوا وقالوا لو کان علی اول الخلفاء لانسحب علیهم ذیل القضا ولم یاتوا بالفتوح
ولا یقدح فی کونہ رابعا کما لا یقدح فی نبوۃ رسول اللہ صلعم اذ کان اخرا فقد لووا عن هذہ
الطریق زعموا ان هذا مما یتعلق بہ فاسد وتاویل بارد زعمکم واهی تمم وقد

تعلق فاسد

وقع المیراث فی الخلافۃ والاحکام مثل داود وذکریا وسلیمان ویحیی وقالوا کان
لازواجہ ثمن الخلافۃ فبهذا تعلقوا وهذا باطل اذ لو کان میراثا لکان العباس
اولی لکن اسفرت الحجۃ وجهها واجمع الجماهیر علی متن الحدیث من خطبتہ فی یوم غدیر
باتفاق الجمیع وهو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ یا ابا الحسن لقد
اصبحت مولای ومولی کل مؤمن ومؤمنۃ فهذہ تسلیم ورضا وتحکیم ثم بعد هذا
غلب الهوی لحب الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الهوی
فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول وفتح الامصار وسقاهم کاس الهوی
فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظهورهم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس
ما یشترون [illegible] ترتیب [illegible]

جسکو یہ خلافت ملی بعض نے یہ گمان کیا کہ ازروے نص ابوبکر خلیفہ ہوے اور دلیل اس امر مین
یہ قول باری ہی کہ کہدو اے پیغمبر مخلفین سے کہ قریب ہی بلائے جاوگے طرف اوس قوم کے جو صاحب
باس شدید ہے الخ پس بلایا اون کو ابوبکر نے بعد وفات آنحضرت طرف طاعت کے اور اون
لوگون نے اجابت کی پس معلوم ہوا کہ یہی خلیفہ ہین دوسرے یہ کہ بعض مفسرین نے تفسیر آیہ
اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ مین کہا کہ حضرت نے حمیرا سے کہا کہ باپ تیرا خلیفہ ہوگا بعد
میرے تیسرے یہ کہ ایک عورت نے حضرت سے پوچھا کہ اگر ہم آپکو نپاوین تو کسکی طرف
رجوع کرین حضرت نے ابوبکر کی طرف اشارہ کیا چوتھے یہ کہ حضرت کی زندگی ہی مین ابوبکر
نے امامت نماز کی اور نماز عمود دین سے ہے جو لوگ ابوبکر کے بارہ مین نص کے مدعی ہین
یہی دلیلین ہین اسکی اونہون نے تاویل کی ۔ اور کہا کہ اگر علی اول خلیفہ ہوتے تو
سب کے سب ہلاک ہو جاتے اور یہ فتوح نمایان نہ ہوتی اور حضرت کا آخر خلفا ہونا قادح نہین
ہے جیسا کہ جناب رسالتماب کا آخر الانبیا ہونا قادح نہین ہے اور غلوگون نے اس ارادہ سے
نص کے عدول کیا وہ اسکے قایل ہوے کہ یہ سب عقاید فاسدہ اور تاویلات باردہ ہین حق
یہ ہے کہ امر خلافت مین بھی میراث جاری ہوئی جیسا کہ اور امور مین میراث جاری ہوئی
داود و ذکریا و سلیمان و یحیے علیہم السلام کو نبوت بمیراث ملی اور اسی قسم ازواج کو بھی شر
ترکہ خلافت کا پہونچتا ہے مگر یہ دعوے بھی باطل ہے کیونکہ اگر میراث ہوتی تو حضرت عباس
زیادہ مستحق خلافت تھے لیکن اب حجت و برہان الہی نے ظہور کیا کہ اجماع کیا ہے جمہور نے
اوپر صحت متن حدیث کے کہ حضرت نے باتفاق خطبہ غدیر خم مین فرمایا کہ من کنت مولاہ
فعلی مولاہ جسکا مین مولا ہون اوسکے مولا علی ہین اسپر عمر نے مبارکباد دی اور کہا مبارک
ہو تمکو اے ابوالحسن کہ آج صبح کی آپ نے اس حالت مین کہ مولا ہوے میرے اور کل مومن
و مومنہ کے پس یہ قول عمر تسلیم و رضا ہی امامت جناب امیر کے اور اظہار ہی اسکا کہ حضرت
امیر کی خلافت اور حکومت پر راضی ہوے مگر بعد اسکے خواہش نفسانی نے واسطے تحصیل
ریاست اور حکومت کے غلبہ کیا ایک ریاست عظمی کا ہاتھ آنا اور خلافت کے جھنڈے کا
ہر شہر و دیار مین گڑ جانا اور علم کے پھریرے کا ہر جگہ اڑنا اور بیرقون سے ہوا کا لپٹنا

اور سواروں کا دو طرفہ جلوس مین چلنا اور گہوڑونکی ٹاپون کا مثل جال کے چوگرد معلوم ہونا
اور ملکون اور شہرون کا فتح کرنا ان سب خیالات نے اون لوگون کو جام خواہش نفسانی
پلاکر متوالا کردیا اور ایسی مدہوشی نے خلیفہ بنادیا اور جیسے قبل اسلام کے تھے ویسے ہی پھر
ہوگئے اور اپنے اوس عہد مبارکباد کو پس پشت ڈالدیا اور اس عہد شکنی کے ساتھ ادنی چیز
کو کہ حکومت چندروزہ دنیا ہے خرید کیا پس کیا بری چیز مول لی اون لوگون نے ۔
اس عبارت سے بھی صاف دنیاداری صحابہ کی ظاہر ہوئی کہ محض بطمع دنیا انہون نے
اسلام قبول کیا اور اوسی خیال سے ہجرت بھی کی چنانچہ بعد وفات رسول اللہ اپنی حالت
سابقہ پر عود کیا اور جیسا کہ پہلے تھے ویسے ہی ہوگئے اسپر بھی اس حدیث صحیح بخاری پر ایمان
نہین لاتے اور ان صحابہ و مہاجرین کو اس حدیث کا مصداق نہین جانتے پھر دیکھو تو کہ
اسکے مدعی ہین کہ ہم اہل حدیث ہین اور احادیث صحیحین پر ایمان لاتے ہین اور اوسی پر
عمل کرتے ہین اب ہم اون علما کی تصریحات کو چھوڑکر خود خلفا کے ارشادات پر نظر کرتے ہین اور
دیکھتے ہین کہ وہ حضرات ان صحابہ و مہاجرین کے حالات کو کن لفظون مین بیان کرتے ہین ازالۃ
الخفا مین ہے ۔

خلیفہ اول فرماتے ہین عمر ان اول ما احذرک یا عمر نفسک وان لکل نفس شھوۃ
فاذا اعطیتھا تمادت فی غیرھا ولھذا ذلک ھؤلاء النفر من اصحاب محمد الذین
قد انتفخت اجوافھم وطمحت ابصارھم الخ

یعنی اے عمر سب سے پہلے ہم تجھے تیرے نفس سے ڈراتے ہین کیونکہ ہر نفس کو شہوت ہوتی ہے
جب وہ پوری ہوتی ہے تو دوسری طرف میل کرتا ہے بعد اسکے اے عمر ہم تجکو ان صحابہ محمد سے
ڈراتے ہین جنکے پیٹ پھولے ہوئے ہین اور انکھین اوبلی ہوئی الخ
یہ کلام خلیفہ اول کا ہے اپنے مابعد کے خلیفہ عمر سے کہ بوقت وفات اپنے فرماتے ہین ہم تجھے
ان صحابہ محمد سے خوف دلاتے ہین جنکے پیٹ پھولے ہوئے اور انکھین اوبلی ہوئی ہین کیا
اہل اسلام اس کلام کی بھی قدر نہ کرین گے اور صحابہ کو ان صفات سے متصف نہ مانین گے
[illegible] برو زقیامت کیا منہ دکھائین گے ۔

ان فقرات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ محض صحابی یا مہاجر ہونیسے کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا جیسا کہ
اہل سنت کا خیال ہے بلکہ ایمان و عمل صالح و اخلاص نیت شرط ہے جیسا کہ حدیث مذکور کا
مفاد ہے پس تعجب ہے کہ اہل سنت نہ آیات قرآنی کا خیال کرتے ہین نہ احادیث رسول کا نہ اقوال
خلفا و علما کا کل صحابہ کو آنکھ بند کر کے اپنا مقتدا و پیشوا سمجھ رہے ہین دیکھئے ان صحابہ و مہاجرین
کی قدر و منزلت کلام خلیفہ دوم مین کیا فرماتے ہین اور کیا کرتے ہین قال الشعبی لم یمت عمر
بن الخطاب حتی ملتہ قریش وقد کان حصرھم بالمدینۃ وقال اخوف ما اخاف علی
ھذہ الامۃ انتشارکم فی البلاد فان کان الرجل منھم لیستاذنہ فی الغزو فیقول قد کان
لک فی غزوک مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یبلغک وخیر لک من غزوک الیوم
ان لا تری الدنیا ولا تراک وکان یفعل ھذا بالمہاجرین من قریش ولم یکن یفعلہ
بغیرھم من اہل مکۃ صفحہ تاریخ کامل جلد ۳ - کہا شعبی نے کہ نہ مرے عمر بن الخطاب یہان
تک کہ پریشان اور عاجز آگئے قریش سے کیونکہ عمر نے ان سب کو نظر بند رکھا تھا مدینہ
مین اور کہتے تھے عمر کہ اس امت کے لئے سب سے زیادہ خوفناک یہی ہے کہ تم لوگ (قریش)
شہرون مین پھیلو پس اگر کوئی ان لوگون سے طالب اذن جہاد ہوتا تو خلیفہ دوم فرماتے
جو جہاد تم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا تھا وہی تمہارے لئے کافی ہے۔ اب تم لوگون کے لئے
یہی بہتر ہے کہ نہ دنیا تم کو دیکھے نہ تم اہل دنیا کو - یہ کارروائی حضرت عمر کی مہاجرین قریش کے
ساتھ تھی نہ اور لوگون کے ساتھ جو اہل مکہ سے اسلام لائے تھے۔

خلیفہ دوم کا برتاؤ جو ان صحابہ و مہاجرین کے ساتھ تھا اوسکو حضرت عثمان ان لفظون سے
بیان کرتے ہین الا فقد واللہ عبتم علی ما اقررتم لابن الخطاب بمثلہ ولکنہ وطئکم برجلہ
وضربکم بیدہ وقمعکم بلسانہ فدنتم لہ علی ما احببتم وکرھتم صفحہ جلد ۳ کامل آگاہ ہو واللہ
تم لوگون نے ہماری ان باتون کو معیوب جانا ہے جنکو عمر بن الخطاب کیلئے جایز جانتے تھے لیکن
عمر نے تم لوگون کو پیرون سے کچلا اور ہاتھون سے تمہارا قلع قمع کیا تو انکی سب باتون پر راضی
ہوئے خواہ پسند تھی یا ناپسند۔

ان عبارتون سے بخوبی ظاہر ہے کہ مہاجرین اور صحابہ سید المرسلین کی یہ حالت تھی کہ خود خلیفہ

دوم انکو اعظم فتنہ قرار دیتے ہین امت کے لئے اور مسلمانون کے لئے اونکے دیدار کو باعث فتنہ
وفساد فرماتے ہین اور بقول خلیفہ سوم خلیفہ دوم نے ان سب کو خوب لکدکوب کیا تھا ہاتھ سے
پیرسے زبان سے انکی درگت بنائی تھی پس اگر صحابیت یا ہجرت کی یہ تاثیر ہوتی کہ وہ لوگ ہر طرح
سے معظم ومحترم ہوجاتے تو پھر اسکی کیون نوبت آتی۔ اب بھی خداوند عالم مسلمانونکی عقلونکو نورانی
کرے اور وہ اپنے نفع وضرر مین فرق کرین اس حدیث صحیح بخاری پر ایمان لائین دنیادارونکو
ودینداروں سے فرق کرین تو سب کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ اسلامی دنیا مین جو کچھ فساد ہوا وہ انہین
صحابہ کی بدولت چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اپنی منہاج السنۃ ہین تحریر کرتے ہین فانہ من المعلوم
انہ لما تولی کان الصحابۃ وسائر المسلمین ثلثۃ اصناف صنف قاتلوا معہ
وصنف قاتلوہ وصنف قعد واعن ھذا وھذا واکثر السابقین الاولین من القعود
وقد قیل ان بعض السابقین الاولین قاتلوہ وذکر ابن حزم ان عمار بن یاسر قتل
ابو الغادیۃ وان ابا الغادیۃ ھذا من السابقین الاولین ممن بایع تحت الشجرۃ
یعنی جناب امیر والی خلافت ہوئے تو صحابہ اور سایر مسلمین تین گروہ ہوگئے ایک تو وہ جنہون
نے حضرت کا ساتھ دیا دوسرے وہ جنہون نے خود حضرت سے مقاتلہ کیا تیسرے وہ جو
نہ ادھر ہوئے نہ ادھر اور یہ سابقین اولین کے اکثر لوگ اسی قسم مین داخل تھے حالانکہ
بھی کہا گیا ہے کہ بعض مہاجرین اولین سابقین نے خود حضرت سے مقاتلہ کیا چنانچہ عمار
یاسر کا قاتل ابو الغادیہ سابقین اولین سے ہے جو شریک بیعت رضوان بھی تھا اب اسے کیونکر
صاحب عقل سلیم حکم لگائیگا کہ ان تین حالتون مین حق ایک ہی ہوگا دو حالتین ناحق تھین اور ان
پھر صحابہ ومہاجرین شریک تھے اسیئے بھی اگر اہلسنت انکی بطالت وضلالت کا اقرار نہ کرین تو
چاہیے ہے۔ اب یہان یہ بھی ضروری ہے کہ اہل سنت کی اس مخالفت حکم رسول کی ابتدائی حالت
بھی بیان کرین کہ کب سے انلوگون نے اس حدیث کی مخالفت کا بیڑا اوٹھایا ہے اور حدیث
بخاری کی سب سے پہلی حدیث کو درجہ قبول سے گرایا کیونکہ کتب سیر وتواریخ ملاحظہ کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدہ فاسدہ کی بنیاد بھی انہین صحابہ مہاجرین کی بدولت قائم ہوئی
شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین من خالف ادلۃ فہی علی معہ

مظعون خال ابن عمر وحفصة لم تاخذه عند ذلك رافة في دين الله ولم يخف
لومة لائم تذكره كما ذكر المحب الطبري وابو عمر عن عبد الله بن ربيعة وكان من اكبر بني
عدي وكان ابوه شهد بدرا مع النبي قال استعمل عمر قدامة بن مظعون على
البحرين وكان شهد بدرا مع النبي وهو خال ابن عمر وحفصة زوج النبي قال
فقدم الجارود من البحرين فقال يا امير المومنين ان قدامة بن مظعون قد
شرب مسكرا واني اذا رايت حدا من حدود الله حق علي ان ارفعه اليك
فقال له عمر من يشهد على ما تقول فقال ابو هريرة فقال لم اره حين شرب وقد
رايته سكران يقي فقال عمر لقد تنطعت ابا هريرة في الشهادة ثم كتب عمر الى
قدامة وهو بالبحرين يامره بالقدوم عليه فلما قدم قدامة والجارود بالمدينة
كلم الجارود عمر فقال اقم على هذا كتاب الله فقال عمر اشهيد انت ام خصم فقال
الجارود انا شهيد فقال لقد كنت اديت شهادتك فسكت الجارود ثم قال
انشدك الله فقال عمر اما والله لتملكن لسانك او لاسوءنك فقال الجارود اما والله ما
ذاك بالحق ان يشرب ابن عمك وتسوءني فاوعده عمر فقال ابو هريرة وهو
جالس يا امير المومنين ان كنت تشك في شهادتنا فسل بنت الوليد امراة ابن
مظعون فارسل عمر الى هند ينشدها بالله فاقامت هند على زوجها قدامة الشهادة
فقال عمر يا قدامة اني جالدك فقال قدامة والله لو شربت كما يقولون ما كان لك
ان تجلدني يا عمر فقال ولم يا قدامة قال ان الله عز وجل قال ليس على الذين امنوا و
عملوا الصلحت جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصلحت ثم اتقوا واحسنوا والله يحب المحسنين
فقال عمر انك اخطات التاويل يا قدامة اذا اتقيت اجتنبت ما حرم الله ثم اقبل عمر على القوم
فقال ما ترون في جلد قدامة قالوا لا نرى ان تجلده وهو مريض فسكت عمر عن جلده اياما ثم
اصبح يوما وقد عزم على جلده فقال لاصحابه ماذا ترون في جلد قدامة فقالوا
لا نرى ان تجلده ما دام وجعا قال عمر والله لان يلقى الله تحت السياط احب الي
ان القى الله وهو في عنقي اني والله لاجلدنه ايتوني بسوط فجاءه مولاه اسلم بسوط دقيق

ضغائر فاخذه عمر فمسحه بيده ثم قال لا اسلم قد اخذتك او قرابة اهلك ايتوني
بسوط غير هذا فجاءه اسلم بسوط تام فامر عمر بقدامة فجلد فغاضب قدامة عمر و
هجره فحجا وقدامة مهاجر لعمر حتى قفلوا من حجهم ونزل عمر بالسقيا فنام بها فلما استيقظ
قال عجلوا بقدامة انطلقوا فأتوني به فوالله انی لاری فی النوم انه جاء فی آت
فقال لی سالم قدامة فانه اخوك فلما جاءوا ابی ان یاتیه فامر عمر بقدامة
فجر اليه جرا حتى كلمه عمر واستغفر له فكان اول صلحهم اخرج البخاری منه الى قوله
وهو خال ابن عمر وحفصة وتمامه اخرجه الحمیدی[1] انتهى صفحہ ۵۲ المقصد ۲ ۔

حال اس روایت کا یہ ہے کہ عبد اللہ بن ربیعہ جو خاندان خلیفہ دوم یعنی بنی عدی سے بڑا
اور بزرگ خاندان تھا اور اپنے باپ کے ساتھ شریک جنگ بدر بھی ہوا تھا وہ کہتا ہے کہ
قدامہ کو جو جنگ بدر میں شریک ہوا تھا اور عبد اللہ بن عمر اور حفصہ کا ماموں تھا یعنی خلیفہ دوم
کا سالا تھا خلیفہ دوم نے بحرین کا حاکم مقرر کیا پس ایک شخص مسمی جارود نے بحرین سے آکر خلیفہ
دوم سے اطلاع کی کہ قدامہ بن مظعون نے شراب پی ہے چونکہ مجھ پر لازم ہے کہ جس حد کے ذمہ
دار آپ ہیں اوسکی اطلاع دوں پس اعراض کیا عمر نے اور کہا اس امر پر اور کون گواہ ہے جارود نے
کہا ابو ہریرہ پس عمر نے ابو ہریرہ کو طلب کیا استفسار پر ابو ہریرہ نے کہا کہ ہم نے شراب پیتے نہیں
دیکھا مگر یہ دیکھا ہے کہ حالت نشہ میں قے کرتا ہے عمر نے جارود سے کہا تیرے بیان میں اور ابو ہریرہ
کے بیان میں اختلاف ہو گیا بعد اسکے عمر نے قدامہ کو بحرین سے طلب کیا اوسکے آنے کے بعد
جارود نے پھر کہا اب حکم خدا اسپر جاری کرو یعنی حد لگاؤ عمر نے کہا تو گواہ ہے یا خصم یعنے مدعی قدامہ
نے کہا میں صرف گواہ ہوں عمر نے کہا پس تو گواہی دے چکا جارود نے کچھ عرصہ تک سکوت
کیا پھر عمر سے کہا آگاہ ہو ہم تم کو قسم دیتے ہیں خدا کی عمر نے کہا واللہ اگر تو اپنی زبان نہ روکیگا تو
میں تجھ کو سزا دونگا جارود نے کہا قسم خدا کی یہ امر بالکل خلاف حق ہے کہ تیرا چچازاد

[1] اس عبارت سے امام بخاری کی طرفداری صحابہ کا حال ظاہر ہے کہ صرف ابتدائی حصہ لکھا جس
میں قدامہ کا والی بحرین ہونا مرقوم ہے اور ابن عمر و حفصہ کا ماموں ہونا جس سے فضیلت ظاہر ہو اور بقیہ
قصہ کو اوڑا دیا جسے شاہ صاحب نے حمیدی سے نقل کیا جو مولف ہیں جمع بین الصحیحین کے جسمیں روایات
بخاری و مسلم کی انہوں نے جمع کیا ہے ۱۲ منہ

بھائی تو شراب پیئے اور سزا میری ہو۔ عمر نے پھر دھمکایا ابوہریرہ نے کہ اوس
وقت وہین موجود تھے کہا کہ اگر تم کو ہم لوگون نے گواہی مین شک ہو تو خود قدامہ کی زوجہ بنت
الولید سے پوچھو عمر نے قسم دی کر اوس سے پوچھا بیچاری ہند نے سچی گواہی دی کہ ہان قدامہ نے شراب
پی ہے پس عمر نے قدامہ سے کہا مین تجھپر حد جاری کرونگا قدامہ نے کہا قسم خدا کی اگر بالفرض مینے شراب
پی بھی ہے تو تمکو یہ اختیار نہین کہ مجھپر حد جاری کرو۔ عمر نے کہا کیون قدامہ نے اوسی آیت لیس علے
الذین امنوا وعملوا الصلحت کی تلاوت کی عمر نے کہا تو نے معنی سمجھنے اور اسکی تاویل کرنے مین خطا کی
کیونکہ اس آیت مین ذکر اتقا ہی اگر تجھ مین اتقا ہوتا تو حرام سے پرہیز کرتا بعد اوسکے حضار جلسہ کی
طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ کیا راے ہے تملوگون کی اس کی حد کے بارے مین اونہون نے کہا
جبتک بیمار ہے حد نہین جاری ہو سکتی چند روز کے بعد عمر نے پھر قصد کیا کہ حد لگائین لوگون سے پوچھا
اون سبھون نے پھر یہی جواب دیا کہ جب تک بیمار ہے حد نہین عمر نے کہا مین تو یہی بہتر سمجھتا ہون کہ
اگر میرے حد جاری کرنے مین یہ مرجاے تو بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ اسکی حد میری گردن پر رہے اور مین
مرجاؤن مین واللہ حد جاری کرونگا بعد اسکے کوڑا مانگا اسلم (نام ہی غلام خلیفہ دوم کا) چھوٹا
کوڑا لایا عمر نے ہاتھ مین لیکر اسلم سے کہا اپنے خاندان کی محبت نہین چھوڑتا دوسرا کوڑا لے آ پس
اسلم دوسرا اور بڑا موٹا کوڑا لے آیا جس سے بحکم عمر قدامہ پر حد جاری ہوئی قدامہ نے غصہ ہو کر سلام
وکلام کرنا چھوڑ دیا بعد اوسکے عمر اور قدامہ اسی حالت رنجش مین حج کرنے گئے جب حج سے فارغ ہو کر
مقام سقیا پر منزل کی تو عمر نے خواب سے بیدار ہو کر کہا جلدی قدامہ کو لاؤ کہ ایک آدمی نے خواب
مین مجھسے کہا قدامہ سے جلدی صلح کرو کہ وہ تمہارا بھائی ہے جب قدامہ کو لوگ لینے آئے
تو قدامہ نے جانے سے انکار کر دیا عمر نے حکم دیا گھسیٹ کر میرے پاس لے آؤ چنانچہ
اوسیطرح کھینچتے ہوئے لوگ لیگئے عمر نے اوسکو مجبور کیا کہ آخر اوس سے بات چیت کی اور استغفار کیا
پس اس سے معلوم ہوا کہ اس خیال فاسد کی بنیاد اوسیوقت پڑی جبکہ قدامہ نے جو حضرت عمر کے
سالے تھے اور حضرت حفصہ و ابن عمر کے خال معظم یہ خیال کیا کہ چونکہ ہم ایمان لاچکے ہین صحابی ہین مہاجر
ہین دنیا و آخرت کے کل عقوبات سے مبرا ہین نہ دنیا مین حد جاری ہوگی نہ آخرت مین اہل النار سے
محسوب ہون گے مگر خود حضرت عمر نے اس خیال کو رد کیا اور یہ بتلایا کہ یہ تیری غلط فہمی ہے مگر افسوس ہیں

کہ آجتک یہ لوگ اوسی خیال غلط پر قایم ہین اور کسی طرح نہین سمجھتے کہ صرف صحابیت ہجرت
سے کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا جب تک ایمان و عمل صالح بھی شریک نہو اور اقتدا کا منصب تو اسپر
بھی نہین حاصل ہو سکتا جب تک کہ حکم خدا و رسول سے بصراحت نہ ثابت ہو۔ بہر حال چونکہ امام
بخاری نے اس حدیث نیت کو اپنی صحیح مین سب حدیثون پر مقدم کیا ہے اور راوی اسکے خاص حضرت عمر ہین
اور بہ اقرار حافظ ابن حجر و عینی تمامی علما اس حدیث کی عظمت کرتے آئے ہین لہذا جملہ اہل اسلام پر
لازم ہے کہ اس حدیث مقدس کو بنظر عظمت دیکھین اور معنی و مطلب کو سمجھین اور صرف زبانی اقرار سے
نہ کام لین بلکہ غور کرین کہ اسکے کیا مطلب ہین اور عموم صحابہ و مہاجرین کی تعظیم کرنا یا سب کو
قابل اقتدا سمجھنا اس حدیث کی مخالفت کرنا ہے یا نہین۔

چوتھا اعتراض اس جملہ فمن کانت ہجرتہ الی دنیا پر فتح الباری مین یہ اعتراض کیا گیا ہے
کذا وقع فی جمیع الاصول التی اتصلت لنا عن البخاری بحذف احد وجہی التقسیم
وھو قولہ فمن کانت ہجرتہ الی اللہ و رسولہ الی آخرہ قال الخطابی وقع ھذا الحدیث
فی روایتنا وجمیع نسخ اصحابنا مخروما وقد ذھب شطرہ ولست ادری کیف وقع
ھذا الاغفال ومن جھۃ من عرض من رواتہ فقد ذکرہ البخاری من غیر طریق الحمیدی
مستوفی وقد رواہ لنا الاثبات من طریق الحمیدی تاما ونقل ابن التین کلام الخطابی
مختصرا وفھم من قولہ مخروما انہ قد یرید ان فی السند انقطاعا فقال من قبل نفسہ
لان البخاری لم یلق الحمیدی وھو مما یتعجب من اطلاقہ مع قول البخاری حدثنا
الحمیدی وتکرار ذلک منہ فی ھذا الکتاب وجزم کل من ترجمہ بان الحمیدی من شیوخہ
فی الفقہ والحدیث۔ خلاصہ یہ کہ یہ حدیث اسطرح کل اصول مین پائی گئی ہے جسمین تقسیم
کی دو وجہون سے ایک وجہ محذوف ہے یعنی حضرت کا یہ قول فمن کانت ہجرتہ الی اللہ
و رسولہ نہین درج کیا گیا۔ کہا خطابی نے کہ کل نسخون مین یہ حدیث اسیطرح موجود ہے
جو مخروم ہے یعنی ایک حصہ اس حدیث کا غائب ہے ہم نہین کہہ سکتے یہ غفلت کیون ہوئی
اور کس راوی سے ہوئی کیونکہ خود بخاری نے دوسری حدیثون مین جسے غیر حمیدی سے لکھا
ہے اس حدیث کو پوری لکھا ہے اور دوسرے اثبات نے خود حمیدی سے بھی پوری حدیث

نقل کی ہے ابن التین نے اسی کلام خطابی کو بطور مختصر نقل کرکے اسکے جملہ محزومات سے یہ
نتیجہ نکالا ہے کہ اسکا مقصود یہ ہے کہ سند مین انقطاع ہے جسپر اپنے دل سے یہ گڑھ لیا ہے کہ بخاری
سے اور حمیدی سے ملاقات نہین ہوئی حالانکہ یہ امر ایسا ہے کہ اسقدر جسے مطلقاً کہنا سزا تعجب انگیز
ہے کیونکہ خود بخاری حدثنا الحمیدی لکھتے ہین اور بہت سی حدیثون مین اسیطرح لکھا ہے اسکے سوا
جن لوگون نے ترجمہ بخاری لکھا ہے سب نے لکھا ہے کہ حمیدی اسکے شیوخ سے ہین فقہ و حدیث
مین۔

وقال الکرمانی فی غیر هذا الموضع ان کان الحدیث عند البخاری تاما فلم خرم صدر
الکتاب مع ان الخرم مختلف فی جوازه یعنی کہا کرمانی نے کہ اگر بخاری کے پاس
یہ حدیث پوری تھی تو کیون کاٹ کر لکھا صدر کتاب مین حالانکہ حدیث کے مختصر کرنے مین
اختلاف ہے جائز ہے یا نہین۔

ان عبارتون سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ صحیح بخاری کے جمع و تالیف مین کیسی بے احتیاطیان
ہوئی ہین کہ خود ائمہ اہل سنت اسقدر اعتراض کرتے ہین حالانکہ ابھی پہلی حدیث ہے اور
حدیث بھی فی نفسہ صحیح ہے بلکہ ایسی مستند حدیث ہے کہ ربع اسلام کا اسی پر دار و مدار ہے
مگر بخاری صاحب نے اس حدیث کو ایسے عنوان سے اور اس ترکیب سے لکھا کہ عام طور
پر اعتراضات ہونیلگے اور کثیر ہوئیت کا الزام ان پر قایم ہوا۔

ابن العربی اپنے مشیخہ مین لکھتے ہین کہ بخاری اس جملہ کے حذف کرنے مین کوئی عذر نہین کرسکتے
کیونکہ حمیدی انکے اوستاد ہین اور خود حمیدی نے اپنی مسند مین پوری حدیث لکھا ہے بعض نے
یہ لکھا ہے کہ بخاری نے شاید حمیدی سے یون ہی سنا یعنی اون کی کتاب کو نہین دیکھا پس
ممکن ہے کہ حمیدی نے اسی طرح بیان کیا ہو یا حمیدی نے تو پوری حدیث بیان کی مگر بخاری صاحب کے
حافظہ سے یہ حصہ جاتا رہا اور کہا گیا یہ امر مستبعد ہے اور کہا داودی شارح نے کہ یہ ترکیب اسقاط
کی خود بخاری سے واقع ہوئی جس کی دلیل یہ ہے کہ اوستاد بخاری کی حدیث میں یہ حصہ موجود
ہے اسکے بعد علامہ عسقلانی لکھتے ہین کہ روایت کی ہمنے بطریق بشر بن موسیٰ و ابی اسمعیل ترمذی
وغیرہ حمیدی سے اس حدیث کو پوری اور مصنف قاسم بن اصبغ اور مستخرج ابی نعیم مین

علی الصحیحین اور صحیح ابی عوانہ مین بطریق حمیدی موجود ہے۔

اس عبارت سے اور بھی اعتراض کا پہلو قوی ہو گیا کہ جب ابن حجر تک اس حدیث کو کامل طور پر روایت کرتے ہین تو بخاری کا اس کو کاٹ کر لکھنا بالکل تعجب خیز ہے۔

اب حافظ ابن حجر جواب پر آمادہ ہو کر لکھتے ہین کہ اگر اسقاط کے ملزم بخاری ہین (حالانکہ ہر طرح ثابت ہو چکا ہے کہ وہی اسکے مرتکب ہین) تو حافظ ابو محمد نے یہ جواب دیا ہی کہ سب سے بہتر یہ جواب ہی کہ کہا جائے بخاری نے اس حدیث کو بطور خطبہ قرار دیا ہے اپنی کتاب کے لئے جیسا کہ عام مصنفونکا قاعدہ ہے کہ خطبہ لکھتے ہین لہذا ایک ہی جہت کو نیت کے اختیار کیا اور اوسے خدا کے علم پر چھوڑا کہ اگر اوس کو فتور نیت معلوم ہو گا تو ویسی جزا دیگا اور دوسرے حصہ کو نہ لکھا جسمین تزکیہ نفس پایا جاتا ہے۔

اسی مضمون کی توضیح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہین ولما کانت عادۃ المصنفین ان یضمنوا الخطب اصطلاحھم فی مذاھبھم واختیاراتھم وکان من رای المصنف جواز اختصار الحدیث والروایۃ بالمعنی والتدقیق فی الاحتیاط وایثار الاغمض علی الاجلی وترجیح الاسناد الوارد بالصیغ المصرحۃ بالسماع علی غیرہ استعمل جمیع ذلک فی ھذہ الموضع بعبارۃ ھذہ الحدیث متنا واسنادا (فتح الباری صفحہ)

یعنی چونکہ مصنفون کی عادت ہی کہ کتاب کے خطبون مین وہ اپنے اصطلاحات و اختیارات و مذہب کو لکھتے ہین اور بخاری کی رائے یہ ہے کہ حدیث کا مختصر کرنا جایز ہے اور روایت بالمعنی کر سکتے ہین (یعنی الفاظ حدیث کو بدل دین) اور تدقیق و استنباط مین (یعنی اپنے مطلب کے موافق حدیث کو قرار دینا) اور اغمض کو اجلی پر اختیار کرنا (یعنے ظاہر و مشہور کو ترک کر کے جو مطلب تاویل و تحریف نکل سکتے ہین اوسکو اختیار کرنا) اور ترجیح دینا اُس سند کو جو ایسے صیغہ سے وارد ہے جسمین سماعت کی تصریح ہے دوسری سندون پر۔

لہذا ان سب اختیارات کو اور ترکیبون کو اسی حدیث کی سند و متن سے ظاہر کر دیا۔ اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ جب بخاری صاحب کا خاص یہی مذہب ہے کہ حدیث کو کتر بیونت کر کے مختصر کر سکتے ہین اور الفاظ کو بدل سکتے ہین اور حدیث کو اپنے ذہنی خیال کے مطابق

ڈھال سکتے ہین اور مشہور و واضح کو ترک کرکے مخفی یعنی تاویلی و تحریفی راہ اختیار کرسکتے ہین پھر ایسی کتاب سے یا اسکی حدیثون سے اہل اسلام کو کیا نفع ہو سکتا ہے۔

یہان سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگا ــــ کہ اس کتاب کی عزت اسقدر کیون کیجاتی ہے اور دوسری کتابین حدیث کی اسکے مقابل مین کیون نہین مقبول ہوتین؟ اسیوجہ سے کہ اسمین بخاری صاحب نے پورا تصرف کیا ہے ہر حدیث مین کانٹ چھانٹ اور کتر بیونت سے کام لیا ہی الفاظ کو بدلدیا ہے اپنے خیالات کے مطابق ڈھال لائے ہین ظاہر و مشہور کو چھپاکر اوسکے خلاف مشہور کرنا چاہا ہے اسیوجہ سے اس کتاب کی عزت ہی کہ یہ اغراض دوسری کتابون سے نہین پورے ہوسکتے اسیوجہ سے تمامی اہلحدیث اسی کتاب پر جان دیتے ہین جس سے اسقدر اختلاف و مخالفت کو مدد ملتی ہے۔

اب ان اعتراضون کا نمبر شمار کیجیے جو اعاظم علما اہل سنتہ نے اس حدیث پر وارد کئے ہین اور پھر دیکھیے یہ کتاب کس لقب کی مستحق ہے کیونکہ اگر سب وجہون سے چشم پوشی کرلیجائی جسمین درایت کا جزو اعظم ہے تو صرف روایت کی حیثیت سے جو اہل حدیث کے یہان صحت مین نہایت ضروری ہے کتنی خرابیان ہین کہ کہین سے اتصال سند نہین ملتا کیونکہ یہان ابن التین نے کہا ہے کہ بخاری اور حمیدی سے ملاقات نہین ہوئی پھر اونسے سنا کیونکر اگرچہ ابن حجر اسکو رد کرتے ہین مگر کوئی دلیل صریح بھی اسکی نہین لاتے کہ ابن حجر سے اور حمیدی سے ملاقات ہوئی۔

اور سابقاً آپ دیکھ چکے ہین کہ تیمی نے علقمہ سے نہین سنا نہ یحیےٰ ابن سعید نے تیمی سے سنا یہان تک کہ ابو جعفر طبری نے کہا یہ حدیث بعض طرق سے مردود ہے پس جب پہلی حدیث مردود ہے جو بقول ابن حجر اس غرض سے لائی گئی کہ اس حدیث کے ذریعہ سے بخاری صاحب کے کل اغراض اس کتاب کی تصنیف سے ظاہر ہون تو بقیہ کتاب کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہین ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

آخر مین یہ بھی عرض کردینا مناسب ہی کہ چونکہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسی حدیث کو بجائے خطبہ قرار دیا ہے اور اونکی کل ترکیبون کو اس ذریعہ سے ظاہر کیا پس تعجب ہے کہ ظاہری

لفظ کو چھوڑ کر اوسکے خلاف کو اختیار کریں جب ہجرت کو خدا اور رسول کیطرف اونہوں نے
حذف کر کے ہجرت للدنیا کو لکھا تو پھر یہ کیوں نہیں جاسکتا کہ اس مطلب کو بھی اونہوں نے
ظاہر کر دیا کہ اپنی تصنیف اسی غرض سے ہے کہ منافع دینوی حاصل ہو جو حاصل بھی ہوئی
ہی اونہوں نے من کانت ھجرتہ الی الدنیا والے حصہ کو اختیار کیا اور جملہ فمن کانت
ھجرتہ الی اللہ والی الرسول کو ترک کیا کیونکہ جب یہ حدیث اسی غرض سے لکھی گئی
کہ جملہ مقاصد بخاری ظاہر ہوں تو ایسے مقصد کو جو صریح الفاظ حدیث سے نمایاں ہے
اور دوسرے محل پر محمول کرنا محض نا انصافی ہے۔

دوسری حدیث حدثنا عبد اللہ بن یوسف ثنا مالک بن ہشام عن
عن ابیہ عن عایشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ان الحارث بن ہشام
رسول اللہ کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احیانا یا
مثل صلصلۃ الجرس وھو اشد علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال
واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول قالت عائشۃ رضی اللہ
تعالے عنہا ولقد رایتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم
وان جبینہ لیتفصد عرقا یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے
سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کیونکر آتی ہے تو حضرت نے فرمایا کبھی تو مثل جھنجھناہٹ
کے اور وہ سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پس وہ ختم ہوتی ہے حالانکہ میں نے یاد کر لیا
جو کچھ کہا اوس نے اور کبھی متمثل ہوتا ہے فرشتہ بصورت انسان پس کلام کرتا ہے مجھ سے
اور یاد کر لیتا ہوں اوسے جو کہتا ہے۔ کہا عائشہ نے کہ میں نے دیکھا حضرت کو سخت جاڑے کے
دن میں کہ جب وحی ختم ہوتی تھی تو حضرت کی پیشانی سے عرق آتا تھا

اس حدیث کو بخاری نے دو مقام پر لکھا ہے ایک یہاں دوسرے باب بدء الخلق
امام اسمٰعیلی اسپر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خوش سلیقہ مولف اس حدیث کو باب بدء الوحی
والی حدیث کو مقدم کرتے تو بلحاظ مناسبت باب زیادہ مناسب ہوتا کیونکہ باب تو
کیف کان بدء الوحی [illegible]

ہی نہین مذکور ہے بلکہ صرف وحی کی حالت ہے یا وحی لانے والی کی بخلاف دوسری حدیث
ہون ہے جس مین پہلے خواب کا حال مذکور ہی پھر حضرت کی خلوت نشینی غار حرا مین پھر فرشتہ کا آنا وغیرہ
وغیرہ - کرمانی نے یہ جوابدیا ہے کہ شاید سایل کا سوال اصل مین ابتداے وحی سے متعلق رہا ہو
کیفیت ظہور وحی ہی سوال متعلق ہو لہذا مناسبت باب حاصل ہو جائیگی مگر حافظ ابن حجر اسپر
اعتراض کرتے ہین کہ سیاق حدیث بالکل اسکے خلاف ہی کیونکہ سایل کا سوال بصیغہ استقبال
ہی نہ بصیغہ ماضی جس سے ابتداے وحی سے اسکو تعلق ہو - دیگر اسپر کسی نے نہ خیال کیا کہ باب کا
تعلق قول رسول سے ہونا چاہئے نہ قول سایل سے) اسکے بعد خود جواب دیتے ہین کہ باب کی مناسبت
سوال سے نہین ہی بلکہ جواب سے ہی کیونکہ حضرت نے اپنے جواب مین بتادیا کہ وحی دو ہی طرح
کی ہی خواہ اصل وحی سے متعلق ہو یا حامل وحی سے پس حالت ابتدائے وحی کو بھی یہی جواب
شامل ہوگا لہذا مناسبت باب نکل آئی چونکہ اس جواب کی لغویت خود بدیہی طور پر ظاہر تھی
کیونکہ نہ وحی اسی دو قسم مین منحصر ہے نہ انحصار سے ابتدائی حالت معلوم ہوئی کیونکہ اسکے
بعد وہ حدیث موجود ہے جس مین ابتدائی حالت وحی کی مذکور ہے۔

اسیوجہ سے عسقلانی نے اس سے استعفا دیا کہ اور کہا کہ اصل مقصود بخاری یہ ہے کہ مدینہ
کے دونون اماموں سے روایت کی ابتدا کرین اسیوجہ سے پہلی روایت تو اہل مکہ کے امام سے
کی اور دوسری حدیث مدینہ کے دونون امامون سے یعنی مالک اور ہشام بن عروہ سے
دوسرا جواب یہ دیا کہ کچھ ضرور نہین کہ سب حدیثین مطابق باب ہون بلکہ خواہ باب سے
متعلق ہو خواہ آیت سے اور چونکہ باب کے ساتھ آیہ بھی مذکور ہے لہذا اوسکے متعلق کی
حدیثین بھی مناسبت رکھتی ہین۔

اس جواب سے خود عسقلانی کی عقلمندی نمایان ہے کیونکہ جب حدیثین ہر قسم کی موجود تھین تو
بخاری صاحب مولف اگر خوش سلیقہ ہوتے اوسی ترتیب سے ذکر کرتے تو اس تیسری حدیث
کو لکھنے جو بعد ہے اسکے بعد اوس حدیث کو جو دوسری ہے اور پہلی حدیث کو تو کوئی مناسبت
ہی نہین - رہا یہ جواب کہ یہ خیال امام مدینہ اسکو مقدم کیا پس مالک اور ہشام بن عروہ
البتہ مدنی ہین یا اہل مدینہ کے امام ہین مگر راوی اول عبداللہ بن یوسف تو مصری ہین

ولو فرضنا پس تیسری حدیث کے راوی اول بھی تو مدنی ہین ایک ابن شہاب زہری جو
اصل مین مدینہ کے باشندے ہین دوسرے عروہ بن زبیر بن عوام جن کے بیٹے پہلی حدیث
کے راوی ہین پس اس قاعدہ سے تیسری روایت قابل تقدیم تھی کیونکہ باپ کی روایت
زیادہ قابل تقدیم ہے اور وہ بھی امام تھے اور زہری امام مالک سے مقدم ہین۔

بہرحال ان جوابون سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ صرف بخاری کی حفاظت کے لئے کس کس
قسم کے جواب لغو تراشے گئے ہین حالانکہ اسی قدر کافی تھا کہ بخاری کو ان باتون کا خیال نہ
تھا یا اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔

مگر زیادہ غور کیجئے تو ابن حجر کے جواب سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ اس روایت کے مقدم کرنیکی
اصلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ اسکی راوی ہین جیسا کہ پہلی حدیث کے راوی حضرت عمر تھے اور
تیسری حدیث کے راوی بھی اگرچہ حضرت عائشہ ہین مگر چونکہ اوس حدیث مین حضرت خدیجہ کے
فضایل مذکور ہین اسلیئے بخاری نے اوسکو موخر کیا حالانکہ در اصل مناسب باب وہی حدیث تھی

دوسرا اعتراض اسپر یہ ہے کہ اس حدیث مین نہ اسکا ذکر ہے کہ خود حارث بن ہشام نے
اس حدیث کو حضرت عائشہ سے بیان کیا نہ یہی مذکور ہے کہ حضرت عائشہ کے سامنے یہ واقعہ
ہوا اگر حارث کا بیان ثابت ہو تب تو یہ حدیث متصل ہوگی والا مرسل کہ خود حضرت عائشہ
کا بیان ہے پس حدیث صحیح نہ رہیگی جسمین اتصال ضروری ہے۔

تیسرا اعتراض اسپر یہ ہے کہ عبداللہ بن یوسف کے بعد سلسلہ روایت بطور عنعنہ ہی جو
محدثین کے نزدیک محل اعتراض ہے اور حکم مرسل مین داخل ہے خصوصاً جسمین کوئی راوی مدلس
شریک ہو جو روایت مین تدلیس کرتا ہے اور اس حدیث مین بھی قباحت ہی کیونکہ امام مالک
تدلیس کرتے تھے جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔

ہم نے ان تینون اعتراضونکو اس تفصیل سے جو بدتر از اجمال ہے اس غرض سے لکھا کہ
ناظرین کو معلوم ہو صحیح بخاری کی حمایتین خود ائمہ محدثین اہلسنت کے نزدیک کس درجہ پر ہین
اور امام بخاری کا پایہ حدیث مین کس درجہ پر تھا اور انکے جان نثارون نے کن کن جان
فشانیون سے اونکی حمایت چاہی مگر کسی طرح نہ کامیاب ہوئے۔

اب اجمالاً کچھ راویون کا حال بھی سن لیجیے عبداللہ بن یوسف تنیسی بخاری کے اوستاد ہین
بخاری نے بہت سی حدیثین ان سے لی ہین مگر صحیح مسلم مین اونکی ایک روایت بھی نہین
مالک بن انس جنکی موطا ہے اہل مدینہ کے امام تھے مدت حمل انکا تین برس تھا جعفر بن
سلیمان نے جو منصور دوانیقی کا ابن عم تھا ایک فتوی پر جو اوسکے خلاف تھا، کوڑے انپر
لگائے عینی صفحہ ۲۳ حالانکہ موطا کی تصنیف خود اسی منصور دوانیقی کی تعلیم سے ہوئی تھی۔
حضرت عایشہ سے دو ہزار ایک سو دس حدیثین روایت کی گئی ہین جنمین سے ۱۷۴ حدیثین
تو بخاری و مسلم نے بالاتفاق نقل کی ہین اور خاص بخاری نے ۵۴ اور خاص مسلم نے ۵۸
حدیثین نقل کین۔

تیسری حدیث حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن
شہاب عن عروہ بن الزبیر عن عایشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا قالت اول
ما بدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحہ فی النوم وکان
لایری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حرا
فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اہلہ و یتزود لذلک
ثم یرجع الی خدیجہ فیتزود لمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حرا فجاءہ الملک فقال
اقرأ قال ما انا بقاری فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقراء
فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیہ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال
اقرء فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثالثہ ثم ارسلنی فقال اقرا باسم
ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربک الاکرم فرجع بہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یرجف فوادہ فدخل علی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا فقال
زملونی زملونی فزملوہ حتی ذہب عنہ الروع فقال لخدیجہ و اخبرہا الخبر لقد
خشیت علی نفسی فقالت خدیجہ کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم و
تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق فانطلقت
بہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا حتی اتت بہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی

ابن عم خدیجة وكان امرءا تنصر فی الجاهلیة وكان یکتب الكتاب العبرانی فیکتب
من الانجیل بالعبرانیة ما شاء الله ان یکتب وکان شیخا كبیرا قد عمی فقالت خدیجة
یا ابن عم اسمع من ابن اخیك فقال له ورقة یا ابن اخی ماذا ترى فاخبره
رسول الله صلی الله علیه وسلم خبر ما رأى فقال له ورقة هذا الناموس الذی نزل
الله تعالى على موسى علیه الصلوٰة والسلام یالیتنی فیها جذعا لیتنی اکون حیا اذ
یخرجك قومك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم او مخرجی هم قال نعم لم یأت
رجل قط بمثل ما جئت به الا عودی وان یدرکنی یومك انصرك نصرا مؤزرا
ثم لم ینشب ورقة ان توفی وفتر الوحی۔

عائشہ سے روایت ہی کہ حضرت کی وحی کی ابتدا خوابہائے نیکو سے ہے کہ جو خواب دیکھتے تھے
اوسکی سچائی مثل سفیدہ صبح نمایان ہوتی اسکے بعد آپ پر وحدت و تخلیہ کی محبت نے غلبہ کیا غار
حرامین آپ تنہا زیادہ قیام کرتے تھے اور عبادت خدا کرتے کچھ زمانہ تک وہان قیام
رہتا پھر کچھ دنون حضرت خدیجہ پاس رہتے اور قیام کرتے پھر کچھ زاد راہ یعنی کھانے پینے کی چیز
لے کر آپ اوسی غار حرامین چلے جاتے (یہی معمول تھا) یہانتک کہ امر حق نازل ہوا حالانکہ
آپ غار حرامین تھے کہ فرشتہ نمایان ہوا اوس نے کہا پڑھو آپ نے کہا مین پڑھنے والا
نہین ہون یا کیا پڑھون اسپر فرشتہ نے خوب سا فشار دیا پھر کہا پڑھو حضرت نے پھر
وہی جواب دیا تین مرتبہ اسیطرح فشار دیکر کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان
من علق اقرأ و ربک الاکرم اسکے بعد حضرت وہان سے پھرے ان آیات کو لیکر اور
دل آپکا مضطرب تھا اور آکر حضرت خدیجہ سے کہا کہ کچھ اوڑھاو کچھ اوڑھاؤ جب وہ خوف
و اضطراب رفع ہوا تو سارا حال آپ نے حضرت خدیجہ سے بیان کیا اور کہا مجھے اپنی جان کا
خوف تھا۔ حضرت خدیجہ نے کہا خدا ہرگز تمہین ضائع و محروم نکریگا کیونکہ تم صلہ رحم بجا لاتے
ہو اور ضعیفون کی مدد کرتے ہو اور لوگون پر احسان کرتے ہو اور مہمانداری کرتے ہو اور لوگون
کی مشکلون مین اعانت کرتے ہو اسکے بعد حضرت خدیجہ آپکو لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس
آئین جو حضرت خدیجہ کے ابن عم تھے اور مذہب عیسائی قبول کر چکے تھے عبرانی کتابون سے

مثل انجیل وغیرہ کے واقف تھے اور اس زمانہ مین وہ بہت بڈھے تھے اور اندھے ہو چکے تھے
حضرت خدیجہ نے کہا کہ اپنے عم یعنی حضرت سے سنو کیا بیان کرتے ہین حضرت نے کل ماجرا
بیان کیا تو ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا کاش مین بھی جوان
ہوتا اے کاش مین زندہ ہوتا جس وقت تمہاری قوم تم کو نکالیگی حضرت نے کہا کیا لوگ
ہمکو نکالدینگے ورقہ نے کہا ہان جو شخص مثل تمہارے لایا وہ ضرور ایذا دیا گیا اور اگر مین تمہارا دن
پاؤن تو پوری نصرت تمہاری کرون اسکے چند ہی روز بعد ورقہ نے وفات پائی اور وحی کے
نزول مین فترہ یعنے توقف ہوا۔

اس حدیث کو بخاری صاحب نے چار مقام پر لکھا ہے ایک یہان دوسرے کتاب تعبیر مین
تیسرے کتاب تفسیر مین چوتھے کتاب الایمان مین اور ہر جگہہ راوی بدلا ہوا ہے مسلم نے
بھی کتاب الایمان مین اور ترمذی و نسائی نے کتاب تفسیر مین اسکی روایت کی ہے مسلم نے بجائے
رویاء صالحہ رویاء صادقہ ہے اور بخاری کی ایک روایت مین بھی یہی لفظ ہے۔

اس روایت کی شہرت اگرچہ زیادہ تحقیقات کا موقع نہین دیتی مگر امام بخاری عجیب خوش
قسمت آدمی معلوم ہوتے ہین کہ حسب قواعد مقررہ علماء اہل حدیث یہ حدیث بھی صحیح نہین رہتی کیونکہ
علامہ عینی لکھتے ہین یہ حدیث مرسل ہے صرف صحابی سے یعنی حضرت عائشہ کا بیان ہے بغیر اسکے
کہ حضرت نے کچھ بیان کیا ہو ان سے کیونکہ اس روایت مین یہ نہین مذکور ہے کہ قال رسول
اللہ اور عائشہ اسوقت موجود نہین جسوقت کا یہ واقعہ ہے بلکہ پیدا بھی نہین ہوئی تھین اب
اسمین اختلاف ہے کہ ایسی روایت جسمین اسکی تصریح نہ ہو کہ کس سے سنا حجت ہے یا نہین ابن صلاح
وغیرہ قائل ہین کہ ابن عباس وغیرہ احداث صحابہ کی ایسی روایت کو حجت مانتے ہین مگر استاد ابو اسحق
اسفرائی کہتے ہین کہ ایسی روایت حجت نہین جب تک بالیقین یہ معلوم ہو کہ بجز صحابی اور کسی سے
وہ روایت نہین کرتا۔

عینی نے کہا اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ نے خود حضرت کو یہ حدیث بیان کرتے سنا مگر عینی
کہتے ہین لا یجوز ان یکون هذا بطریق الحکایت عن غیرہ علیہ السلام خلا ... [illegible]
[illegible] کہ یہ کلام بطور حکایت ہو دوسرے سے نہ یہ کہ خود حضرت سے سنا ہو

پس حضرت سے سننا کیونکر ثابت ہوا۔

یہ تینون حدیثین ابتدا ہی باب مین لکھی گئین جسکی اجمالی حالت آپنے ملاحظہ کی کہ ایک حدیث کو اصل باب سے کوی تعلق نہین اور دو حدیثین ایسی ہین جنمین سلسلہ روایت منقطع ہے پھر فرمائیے ایسی روایت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے اور ایسی کتاب کو اصح الکتب کہنا کس وجہ قوم کو دھوکھا دینا ہے

اب دوسرا اعتراض سنئے کہ امام بخاری نے یہان بھی تدلیس کی ہے علامہ عینی لکھتے ہین بیان رجالہ وہم ستۃ الاول ابو زکریا یحیی بن عبد اللہ بن بکیر بضم الباء الموحدۃ القرشی المخزومی المصری نسبہ البخاری الی جدہ لشہرتہ بہ ولد سنۃ اربع وقیل خمس وخمسین ومایۃ وتوفی سنۃ احدی وثلثین ومایتین وہو من کبار حفاظ المصریین واثبت الناس فی اللیث بن سعد روی البخاری عنہ فی مواضع وروی عن محمد بن عبد اللہ ہذا الذہلی عنہ فی مواضع قالہ ابو نصر الکلاباذی وقال المقدسی تارۃ یقول حدثنا محمد ولا یزید علیہ وتارۃ محمد بن عبد اللہ وانما ہو محمد بن عبد اللہ بن خالد بن فارس بن ذویب الذہلی وتارۃ نسبہ الی جدہ فیقول محمد بن عبد اللہ وتارۃ محمد بن خالد بن فارس ولم یقل فی موضع محمد بن یحیی اھ ص ۵۶

جس سے معلوم ہوا کہ بخاری صاحب یحیے ابن بکیر (جنکا اصل نسب یون ہے یحیی بن عبد اللہ بن بکیر) اور محمد بن عبد اللہ ذہلی کے بارے مین تدلیس کرتے ہین کہین نام انکا پورا نہین لیتے کبھی خالی نام دیدیا کبھی دادا کی طرف منسوب کر دیا مگر پورا نام نہین لیتے یہی تدلیس ہے جو علمائے اہل سنت کے یہان کذب کے مساوی بلکہ اوس سے بدتر ہے۔

یہ الزام بخاری پر اور دیگر محدثین پر قدیم الایام سے چلا آتا ہے جسمین اکثر ائمہ الحدیث مبتلا ہین اور آئندہ اسکی تحقیقات کیجائے گی کیونکہ اکثر حضرات نے صرف بخاری یا دوسرے ائمہ کے اس جرم کو خاص طور پر قابل معافی سمجھا ہے جسکے وجوہات مع جوابات آئندہ مرقوم ہون گے مگر یہان صرف تدلیس کی حالت اجمالا مرقوم ہے۔

حافظ ابن الجوزی تلبیس ابلیس مین فرماتے ہین وہذا القسم تدلیسہم فی الروایۃ فتارۃ یقول احدہم فلان عن فلان یوہم انہ سمع منہ ولم یسمع وہذا قبیح لانہ یجعل

المنقطع فی مرتبة المتصل ومنهم من یروی عن الضعیف والکذاب فیعمی اسمه فربما سماه وربما کناه وربما نسبه الی جده لئلا یعرف وهذه خیانة للشرع لانه یثبت حکما لا یثبت به یعنی شیطان کی فریب دہیون سے یہ بھی ہے کہ محدثین تدلیس کرتے ہین روایت مین کبھی تو فلان عن فلان کہتے ہین جس سے لوگون کو معلوم ہو کہ ہم نے اوس سے سنا ہی حالانکہ نہین سنا ہو یہ نہایت ہی قبیح ہے کیونکہ روایت منقطع کو متصل بنا رہا ہی اور کبھی یہ کرتے ہین کہ روایت تو کرتے ہین ضعیف وکذاب سے مگر اوسکے نام کو چھپاتے ہین جسکے چھپانے کے لئے کبھی تو صرف کنیت بیان کرتے ہین کبھی نام لیتے ہین کبھی اوسکے جد کیطرف نسبت دیتے ہین تاکہ وہ پہچانا نہ جاوے حالانکہ یہ سب خیانت ہو شریعت مطہر مین کیونکہ یہ شخص کوشش کرتا ہے اثبات حکم کا اوس ذریعہ سے جس سے ثابت نہین ہوتا اور امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے ہین۔

التدلیس قسمان احدهما ان یروی عمن عاصره ما لم یسمعه منه موهما سماعه قائلا قال فلان او عن فلان ونحوه وربما لم یسقط شیخه واسقط غیره ضعیفا او صغیرا تحسینا لصورة الحدیث وهذا القسم مکروه جدا ذمه اکثر العلماء وکان شعبة من اشدهم ذما له وظاهر کلامه انه حرام وتحریمه ظاهر فانه یوهم الاحتجاج بما لا یجوز الاحتجاج به ویتسبب ایضا الی اسقاط العمل بروایات نفسه مع ما فیه من الغرور ثم ان مضرته دائمة وبعض هذا یکفی فی التحریم فکیف باجتماع هذه الامور اور تدریب الراوی حافظ سیوطی مین ہے قال شیخ الاسلام لا شک انه جرح وان وصف به الثوری والاعمش فلا اعتذار انهما لا یفعلانه الا عمن یکون ثقة عندهما ضعیفا عند غیرهما پھر لکھتے ہین وبالغ شعبة فی ذمه فقال لان ازنی احب الی من ان ادلس وقال التدلیس اخو الکذب اوسی تدریب مین ہے ثم قال فریق منهم من اهل الحدیث والفقهاء من عرف به یعنی بتدلیس الاسناد صار مجروحا مردود الروایة مطلقا وان بین السماع اور ذیل الراوی محمد بن ابراهیم بن سعد اللہ مین ہے وهذا القسم من التدلیس مکروه جدا

وفاعله مذموم عند اکثر العلماء ومن عرف به مجروح عند قوم لا تقبل روایته بین السماع اولم یبینه اور شرح نزہۃ النظر مین ہے ومن عرف به فہو مجروح عند جماعة لا یقبل روایته بین السماع اولم یبینه۔

خلاصہ ان عبارتون کا یہ ہے کہ امام نووی فرماتے ہین تدلیس کی دو قسم ہے ایک یہ کہ ایسے آدمی سے روایت کرے جو ہمعصر ہو مگر اوس سے سنا نہو اور بیان کرے اسطرح پر کہ اوس سے سننا سمجھا جاوے جیسا کہ کہے فلان عن فلان یا اور کسیطرح اور کبھی اصل شیخ کا نام ساقط نہین کرتا مگر دوسرون کو بسبب ضعیف ہونیکے یا کم سنی وغیرہ کے ساقط کر دیتا ہے بغرض تحسین اپنی حدیث کے یہ قسم مکروہ ہے بہت سے علماء نے اسکی مذمت کی ہے خصوصا امام شعبہ نے جن کے ظاہر کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسکو حرام جانتے تھے اور فی الحقیقت میں برائی اسکی ظاہر ہے کیونکہ اس ترکیب سے لوگون کو یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث قابل احتجاج ہے حالانکہ در اصل اس لایق نہین اور اس سے یہ خرابی بھی پیدا ہوتی ہے کہ خود اوس شخص کی روایات قابل عمل نہین رہتے پس جبکہ تنہا ایک امر اسکا موجب تحریم ہے تو اجتماع امور کی حالت مین تو وہ بھی حرام ہوگا دیکھو اعتراضات بالخصوص امام بخاری پر مین علامہ سیوطی لکھتے ہین کہا شیخ الاسلام نے کہ تدلیس بے شک جرح ہے اگرچہ ثوری واعمش مین پایا جائے تو یہ عذر نہین چل سکتا کہ وہ ایسے راویون سے روایت کرتے ہین جو ان کے نزدیک موثق تھے اگرچہ غیرون کے نزدیک ضعیف ہون اور امام شعبہ نے کہا ہے کہ زنا کرنا مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ تدلیس کرون اور کہا تدلیس بھائی ہے کذب کا اور کہا ایک فریق نے فقہاء و محدثین سے کہ جس شخص کی تدلیس ظاہر ہوجائے وہ مجروح ہے کہ اوسکی روایت مردود ہوتی ہے مطلقا اگرچہ سماع کو بیان کرے یا نہ کرے ایسا ہی کہا ہے منہل الروی فی شرح حدیث النبی اور شرح نزہۃ النظر مین ہے کہ جس شخص کی تدلیس پہچان لیجائے اوسکی روایت ہمیشہ کو مجروح ہوجاتی ہے ایک جماعت کے نزدیک اور نہ قبول کیجاویگی روایت اوسکی اگرچہ سماع کو بیان کرے یا نہ کرے پس جب تدلیس کی یہ دوغت ہے اور مدلس کی یہ وقعت کہ اوسکی روایتین قابل قبول نہین رہتین

لهٰذا نابیتر ہے تدلیس سے تو پھر ان محدثون کی حالت بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے ہی
کیونکہ تیسری روایت مین اگر خود امام بخاری نے تدلیس کی ہے تو دوسری روایت کے
راوی امام مالک خود مدلس ہین جیساکہ امام فخر رازی رسالہ ترجیح مذہب شافعی مین لکھتے
ہین۔ اخبرنا مالک عن ابی الزبیر عن عطاء عن ابی الرباح عن ابن عباس انہ
سئل عن رجل واقع اهله وهو محرم بمنی قبل ان یفیض فامره ان ینحر بدنہ
قال الشافعی وبه ناخذ وقال مالک علیه عمرة وحجة تامة وبدنة ورواه
عن ربیعة وعن ثور ابن یزید عن عکرمة فظنه عن ابن عباس فان کان
ترک قول ابن عباس لرای ربیعه فهو خطاء وان ترک لرای عکرمه فهو یسیء القول
فی عکرمه ولا یری لاحد ان یقبل حدیثه وهو یروی بیقین عن عطاء عن ابن
عباس خلافه وعطا ثقة عنده وعند الناس قال الشافعی والعجب انه یقول
فی عکرمه ما یقول ثم یحتاج الی من علمه یوافق قوله فیسمیه مرة ویسکت عنه اخری
ویروی عن ثور ابن یزید عن ابن عباس فی الرضاع وذبائح نصاری العرب و
غیره ویسکت عن ذکر عکرمه وانما یحدثه ثور عن عکرمه وهذا من الامور التی
ینبغی لاهل العلم ان یتحفظوا فیها۔

جس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی جو شاگرد امام مالک ہین فرماتے ہین تعجب ہے کہ امام مالک عکرمہ
کے بارے مین ...... کلام بھی کرتے ہین اور کسی کیلئے عکرمہ کی روایت قبول کرنیکو
جائز بھی نہین جانتے پھر اوسکی روایت پر عمل کرتے ہین حالانکہ بطریق ثقات اون کے پاس
روایت ابن عباس موجود ہے جو قول عکرمہ کے خلاف ہے عکرمہ کو برا بھلا کہتے ہین اور پھر
اوسی کے کلام کی طرف محتاج ہوتے ہین کبھی تو اوسکا نام لیتے ہین اور کبھی چھپا ڈالتے ہین
اور روایت کرتے ہین جو بواسطہ عکرمہ کے ابن عباس سے روایت کرتا ہے اس سلسلہ
مین وہ عکرمہ کا نام نکال دیتے ہین حالانکہ وہ خوب جانتے ہین کہ ثور کی روایت عکرمہ
سے ہے یہ ایسے امور ہین کہ اہل علم کو اوس سے تحفظ کرنا چاہیئے۔
بہر حال اب امر غور طلب یہ ہے کہ ان دونون روایتونکی سند صرف حضرت عائیشہ تک

ہنتھی ہے جسمین نہ خود انہون نے اپنا سننا بیان کیاہے نہ اوس شخص کا نام لیا جس نے انسے بیان کیا نہ اون واقعات مین موجود رہنا معلوم ہے جسکی وجہ بجز اسکے کچھ نہین معلوم ہوتی کہ مقصود اصلی بخاری کا یہی ہے کہ کسی طرح حضرت عایشہ کی روایت سے ازراہ تیمن وتبرک شہ وہ ہگرین ورنہ ان روایات کو وہ اوس شخص سے لے سکتے تھے جس کا وجود اور شرکت اوسکی ان واقعات مین یقینی طور پر ثابت ہے کیونکہ جناب امیرالمومنین نفس نفیس ان واقعات مین یقینی طور پر شریک تھے۔

اگر بخاری صاحب اس آخری روایت کو بسلسلہ حضرت ابوبکر بیان کرتے تو فی الجملہ اسبقیت اسلام ممدوح کی بھی تائید ہوتی اور روایت کی بھی وقعت بڑھ جاتی مگر یہ نہ سمجھو گا کہ اس کی تلافی نہین کیگئی پوری تلافی کیگئی اور اس طرح پر کہ جو فضیلت حضرت خدیجہ کبری صلوات اللہ علیہا وسلامہ کو اسمین حاصل ہوئی تہی وہ جہین کر حضرت عایشہ کے باپ کو دیگئی چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہین۔

النا المشتہر انہ قد عرفت ان خدیجۃ ھی التی انطلقت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ورقۃ وقد جاء فی السیرۃ من حدیث عمرو بن شرجبیل ان الصدیق رضی اللہ عنہ دخل علی خدیجۃ ولیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندھا ثم ذکرت خدیجۃ لہ ما راہ فقال یا عتیق اذھب مع محمد الی ورقۃ فلما دخل علیہ السلام اخذ ابو بکر بیدہ فقال انطلق بنا الی ورقۃ فقال ومن اخبرک فقال خدیجۃ فانطلقا الیہ فقصا علیہ فقال اذا خلوت وحدی سمعت نداء خلفی یا محمد یا محمد فانطلق ھاربا فی الارض فقال لہ لا تفعل اذا اتاک فاثبت حتی تسمع ما یقول ثم ائتنی فاخبرنی فلما خلا ناداہ یا محمد قل بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین حتی بلغ ولا الضالین قل لا الہ الا اللہ فاتی ورقۃ فذکر ذلک لہ فقال لہ ورقۃ ابشر ثم ابشر فانا اشہد بانک الذی بشر بہ عیسی ابن مریم وانک علی مثل ناموس موسی وانک نبی مرسل وانک ستومر بالجہاد بعد یومک ھذا ولئن ادرکنی ذلک لاجاھدن معک فلما توفی ورقۃ قال علیہ الصلوۃ و

لقد رأيت القس في الجنة وعليه ثياب الحرير لانه آمن بي وصدقني يعني ورقة
وفي سير سليمان بن طرخان التيمي انها كتبت الى بحيرا بالشام فسألته عن جبرئيل
عليه السلام فقال لها قدوس يا سيدة قريش انى لك بهذا الاسم فقالت بعلي
وابن عمي اخبرني انه ياتيه فقال ما علم به الا نبي فانه السفير بين الله وبين
انبيائه وان الشيطان لا يجترئ ان يتمثل به ولا يتسمى باسمه وفي الاوائل لابي
هلال من حديث سويد بن سعيد حدثنا الوليد بن محمد عن الزهري عن عروة
عن عائشة ان خديجة رضي الله عنها خرجت الى الراهب ورقة وعداس فقال
ورقة نخشى ان يكون احد شبه بجبرئيل عليه السلام فرجعت وقد نزل
ن والقلم وما يسطرون فلما قرء عليه السلام هذا على ورقة قال اشهد ان هذا كلام
الله تعالى الخ

ابھی اس روایت کو چھوڑئے اور ان حضرات کی امانت و دیانت کو کہ کہاں جا کر چھوڑ آیا ہے
کہاں حضرت خدیجہ کہ بڑے بڑے اشراف قریش کو آنکی بارگاہ میں باریابی نہ ہو اور حضرت
ابوبکر کو یہ رسوخ حاصل کیا حضرت خدیجہ نے یہ حدیث اون سے متعلق کی جو روایتیں کہ صحیح
ہیں ایک مشہور و متواتر ہیں اونپر الزام قائم کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیحین میں نہیں یا
صحیح بخاری میں نہیں اور اس روایت موضوع واہی پر یہ بھی اعتراض نہیں ہوتا کہ
کہ مخالف صحیحین ہے پھر کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے چنانچہ علامہ عینی خود اسپر متنبہ ہوئے
لکھتے ہیں فان قلت ما التوفيق بين هذه الاخبار قلت بان تكون خديجة قد
ذهبت به مرة وارسلته مع الصديق اخرى وسافرت الى بحيرا وغيره اخرى
وهذا من شدة اعتنائها بسيد المرسلين عليه الصلوة والسلام صفحہ ۲
اگر یہ اعتراض کرو کہ ان روایتوں میں جمع و توفیق کیونکر ہو سکتا ہے تو میں کہونگا اس طرح سے
کہ ایک دفعہ تو خود حضرت خدیجہ لے گئیں دوسری مرتبہ ابوبکر کے ساتھ بھیجا اور پھر سفر کیا طرف بحیرا
وغیرہ کے دوسری مرتبہ بسبب شدۃ اعتنا کے بجناب سید المرسلین ص
اس اعتراض و جواب میں وہ سب اصول بالائے طاق کر دئے گئے کہ تعارض ہو مساوات

شرط ہے اور یہان مساوات نہین کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث ہے اور صحیح ہے بخلاف سیرت کے کہ وہ صحیح نہین دوسری حدیث صحیح کے مقابل کوئی حدیث قابل قبول نہین وغیرہ جو انکے روزمرہ مین داخل ہے وہ سب اصول برہم کردئے گئے اور یہ وضعی حدیث ہمسر صحیح مان لیگئی جسپر یہ جواب تجویز ہوا کہ ممکن ہے ... حالانکہ اگر کچھ بھی غور کرتے تو سمجھتے یہ حدیث کیسی لغو ہے اگر بالفرض بار بھی اس حدیث کا وجود ہوتا تو بخاری صاحب کیسی زیب وزینت سے اسے داخل صحیح کرتے اور حضرت عائشہ کی اون روایتون پر ضرور مقدم کرتے جو صرف اسوجہ سے بیان کیگئین کہ حضرت عائشہ اوسکی راوی ہین بہرحال ہمکو اسوجہ سے اور بھی تعجب ہوتا ہے کہ ابن حجر عسقلانی ... جو صحیح بخاری کا عاشق ہے اور اپنے خلفا کا دلدادہ اسکا روادار نہ ہوا کہ اشارۃً بھی اس حدیث واہی کا ذکر کرے اور علامہ عینی جو بوجہ حنفیت مدعی عقل وہوشمندی ہین کیونکر اسکے مرتکب ہوئے کہ صحیح کے مقابلہ مین ایسی حدیث وضعی لائے۔

ہان ہمیں یہ نہ سمجھئے گا کہ ان لوگون نے حضرت ابوبکر کو صرف اسی مقام پر پہونچایا ہے بلکہ اسکے بہت قبل جب حضرت سفر شام کو جانے لگے ہین ہمراہ اپنے چچا حضرت عبدالمطلب کے وہان بھی ابوبکر صاحب نے حضرت پر احسان کیا۔

اس مزہ دار حکایت کو اجمالاً تبصرۃ المسائل مین قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین شاہ ولی اللہ سے لکھ چکا ہون اوسی کی نقل پر یہان بھی اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ اصول کتب اس وقت حاضر نہین جب حضرت نے ۱۲ برس کے سن مین قبل بعثت اپنے چچا کے ساتھ سفر شام کیا تھا ابوبکر نے بلال کو ساتھ کر دیا تھا آپ سے محبت پہلے ہی سے تھی۔ شیخ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین یہ حدیث نہین کیونکہ ابوبکر نہ ساتھ تھے اور نہ اوسوقت تک بلال کو خریدا تھا اور حضرت سے دو برس ابوبکر چھوٹے تھے یعنی الیاس کم سن کیونکر ایسی باتین کر سکتا ہے اور خود ابوبکر کی عمر بھی اوسوقت تک صرف دس برس کی تھی ... شیخ صاحب ضعیف لکھتے ہین شاہ صاحب نے بھی اس اعتراض کو لکھا ہے اور جواب یہ دیا ہے کہ صغر سنی مین بھی ایسی باتین ہوشیار بچون سے ممکن ہین شاید اجارہ پر لیا ہو یا عاریت دیکر ہمراہ کیا ہو مولوی محمد فخر الحسن صاحب حاشیہ لکھتے ہین کہ حساب سے بلال

کا سن اوس سفر شام مین رسول اللہ کے یا ۲ برس کا ہوتا ہے یا ۹ برس کا بہر حال اجارہ بر
لیجانا مستبعد ہے اور ۹ برس کا سن ماننا محض فرضی طور پر ہے ٹھیک یہی ۲ برس ہی زاد المعاد
ابن قیم مین ہے کہ یہ محض غلط ہے کیونکہ بلال اوس وقت پیدا بھی نہ ہوئے ہونگے اور عیون الاثر
مین ہے کہ بلال اس قصہ کے تیس برس بعد ابو بکر کے ملک مین آئے تو اوس وقت کہان جیسے
ابو بکر نے اونکو ساتھ کردیا۔

ان دونون روایتون سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ ان لوگون نے اپنے خلفا کی عزت
افزائی کے لئے کیا کیا ترکیبین کین ہین اور کن کن بلادون مین مبتلا ہوئے کہ خود فضیحت ہوا
حالانکہ اگر کچھ صبر کرتے اور غور و فکر سے کام لیتے تو جو مواد اور سامان کہ امام بخاری حفظہ وغیرہم
کر گئے تھے بہت کافی تھا مگر کہان تسکین ہوتی ہے!۔

تیسرا اعتراض اس حدیث پر یہ کیا گیا ہے کہ حدیث مین فقرہ وہو التعبد جملہ حدیث نہین ہے
بلکہ تحنث کی شرح مین زہری نے کہا تھا۔ راوی نے اسکو جزو حدیث کردیا محدثین نے اس
غلطی کی بھی عزت افزائی کی اور لقب مدرج سے سرفراز کیا جس سے یہ عیب چھپ جاوے اور صورت
حسن مین نمایان ہو۔ ابن حجر یہان طیبی پر اعتراض کرتے ہین کہ اونہون نے اوسکے مدرج
ہونے پر کوئی دلیل نہین دی مگر خود اسکا بھی اقرار کرتے ہین کہ اس روایت کو بخاری
نے جو کتاب التفسیر مین لکھا ہے تو اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ مدرج ہے پھر اس اعتراض و
جواب کا کیا نتیجہ نکلا۔

علماء اہل سنت کو اس مین اختلاف ہے کہ حضرت نے اس حدیث مین اپنا خوف ظاہر کیا تو کس
بات کا خوف تھا اسمین بارہ قول ہین (۱) کہین جنون نہ ہوجائے (۲) ہواجس و اوہام
کے قبیل سے نہ ہو (۳) کہین موت نہ آجائے (۴) کوئی مرض نہ ہو (۵) دوام مرض نہ ہو
(۶) تحمل نبوت سے ہم عاجز نہ ہون (۷) بوجہ رعب نظر کرنے سے فرشتہ پر عاجز نہ ہون (۸) کہین
ایسا نہ ہو کہ ایذاء قوم پر ہم صبر نہ کرسکین (۹) کہین ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمکو قتل کرین (۱۰) مفارقت
وطن کا خوف (۱۱) تکذیب قوم کا خوف (۱۲) قوم کی ملامت کا خوف۔ ان سب اقوال کو
نقل کرکے ابن حجر لکھتے ہین ان ہذہ الاقوال بالصواب و اسلمہا من الارتیاب الثالث

والذی انا بعد کوما عن اہا فہو معترض یعنی ان سب قولون مین درست وہی تیسرا قول ہی کہ کہین موت نہ طاری ہو اور جو اقوال کہ اوسکے بعد ہین یا علاوہ اون کے وہ سب قابل اعتراض ہین۔

افسوس کہ ان بزرگون کو نہ خوف کی حالت معلوم ہوئی نہ اوس کے اسباب کی حالانکہ خوف ایک فطری امر ہے جو ہر امر اجنبی سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ غور و فکر کا تابع ہو اور سوچنے کے بعد ہو حالانکہ ایسے حالات مین غور و فکر کا موقع بھی نہین ملتا مگر چونکہ سب کو امام بننے کا شوق ہے لہذا ایک مضمون گڑھ دیا چاہے اولٹا پڑے یا سیدھا اور نہ اگر کچھ بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ اس قدر احتمالات کی ضرورت نہین اب اسمین اختلاف ہے کہ ورقہ بن نوفل پر کیا حکم ہے جس نے حضرت کو نبوت کی خوشخبری دی اور اسکی آرزو ظاہر کی کہ کاش ہم اوس وقت جوان ہوتے ابن مندہ قایل ہین کہ اونکا یہ قول یالیتنی کنت فیہا جذعا و مابعدہ یدل علی اسلامہ پھر علامہ عینی اس حدیث کی روایت کرتے ہین لانہ اول من آمن بی وصدقنی جس سے ان حضرات کو ایک اور شکست ملی خلیفہ اول کا سب سے ایمان لانا اور بھی باطل ہوا حالانکہ تاریخ طبری مین صریحی روایتین موجود ہین کہ حضرت کے پچاس آدمیونکے بعد اسلام لائے

چوتھی حدیث قال ابن شہاب واخبرنی ابو سلمہ بن عبد الرحمن ان جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالی عنہ قال وہو یحدث عن فترۃ الوحی فقال فی حدیثہ بینا انا امشی اذ سمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاءنی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منہ فرجعت فقلت زملونی زملونی فانزل اللہ تعالی یا ایہا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطہر والرجز فاہجر فحمی الوحی وتتابع وتابعہ عبد اللہ بن یوسف وابو صالح وتابعہ ہلال بن رداد عن الزہری وقال یونس ومعمر بوادرہ

کہا ابن شہاب زہری نے اور خبر دی مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمان نے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا اور وہ حدیث فترت وحی کو بیان کرتے تھے اپنی حدیث مین کہا کہ مین جا رہا تھا کہ ایک آواز سنی آسمان سے پس مین نے آنکھ اوٹھائی تو دیکھا کہ جو

فرشتہ مجہپر حرا مین آیا تھا وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہے درمیان آسمان و زمین کے پس مین رعب مین آیا اوس سے اور پھر آیا پس کہا اوڑہاؤ اوڑہاؤ مجھے پس خدا نے آیہ یا ایہا المدثر نازل کیا اور جاری ہوئی وحی اور پے در پے آنے لگی اور متابعت کی ہے اوسکی عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح نے اور متابعت کی ہے ہلال بن رداد نے زہری سے اور کہا ہے یونس و معمر نے بوادرہ ۵ لہ

اصل مین یہ کوئی حدیث نہین ہے بلکہ ایک حدیث کا ٹکڑہ ہے اور محدثین کے نزدیک تو یہ ٹکڑا پنج عیب شرعی مین گرفتار ہے کیونکہ خود بخاری اور ابن شہاب زہری سے تو ملاقات ہی نہین ہوئی جو خود سنتے اور اگر دوسرے سے سنا تھا تو اوسکے اوسناد کو نہین بیان کیا قال الکرمانی مثل ہذا ای مالم یذکر من اول الاسناد واحد او اکثر یسمی تعلیقا کہا کرمانی نے کہ جو حدیث اس طرز کی ہو جسکی ابتدا مین اسناد مذکور نہو اوسکو معلق کہتے ہین علامہ عینی لکھتے ہین قال بعضہم واخطا من زعم ان ہذا معلق قلت یعرض بذالک للکرمانی ولا معنی للتعرض لان الحدیث صورتہ فی الظاہر من التعلیق وان کان مسندا عندہ فی موضع اخر کہا بعض نے کہ خطا کیا اوس شخص نے جسنے یہ گمان کیا کہ یہ معلق ہے عینی کہتے ہین یہ تعریض ہے کرمانی پر حالانکہ کوئی وجہ تعریض نہین ہے کیونکہ حدیث بصورت ظاہر معلق ہے اگرچہ مسند ہو اون کے نزدیک دوسرے مقام پر غالبا اس اعتراض کے کرنے والے ابن حجر عسقلانی ہین جنہون نے فتح الباری مین کرمانی پر یہ اعتراض کیا کیونکہ عسقلانی صاحب کا اصلی منشا تو یہی ہے کہ کسی طرح بخاری کی صحت کو ثابت کرین جب ہی کرمانی پر معترض ہوئے مگر علامہ عینی نے یہ جواب دیا کہ ظاہری صورت اسکی تو تعلیق کی ہے اگرچہ وہ دوسرے مقام پر مسند ہو۔

بہرحال اس قسم کی حدیثون پر تمامی محدثین نے ہمیشہ سے اعتراض کیا ہے کہ ایسی حدیث [illegible] کیونکر داخل صحیح کیا کیونکہ جس حدیث کی سند متصل نہ ہو وہ [illegible] ہو سکتی [illegible] سے بھی گئے ہین [illegible]

لہ ای اللحمۃ التی بین الکتف والعنق تضطرب عند فزع الانسان

تعداد حدیث

تعجب کا مقام تو یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح بخاری مین مکرر آئی ہے ایک تو یہان دوسرے کتاب التفسیر مین مگر وہان بھی اس طرح پر ہے عن یحیی بن ابی کثیر قال ابا سلمۃ الخ جس سے معلوم ہوا کہ وہان بھی بطور عنعنہ ہے نہ بہ قاعدہ حدثنا۔

اور اس سے بھی زیادہ عجیب وہ جملہ تابعہ ہے کیونکہ متابعت کی ضرورت اون حدیثون مین ہوتی ہے جو بسند صحیح نہ ہو کہ متابعت سے اوسکی تائید ہوتی ہے بخلاف اون حدیثون کے جو بسند صحیح مروی ہون پس جب خود بخاری صاحب کو اپنی حدیث کے صحیح بنانے مین متابعت کی ضرورت ہو تو وہ صحیح کہان رہی۔

اس متابعت مین بخاری نے چھ آدمیون کا نام لیا ہے ایک تو عبد اللہ بن یوسف تنیسی شیخ بخاری ہین دوسرے ابو صالح جنمین اختلاف ہے کہ کون مراد ہے اکثر شراح کے نزدیک عبد الغفار بن داؤد بن مہران بن زیاد بن ربیعہ بن سلیمان بن عمیر بکری حرانی مراد ہین جو ۱۴۰ھ مین بہ مقام افریقیہ پیدا ہوئے اور ۲۲۴ھ مین بمقام مصر وفات پائی مگر ابن حجر کے نزدیک مراد اس سے عبد اللہ بن صالح کاتب لیث مصری ہین علامہ عینی لکھتے ہین ولم یتبین لی وجہ الترجیح لان البخاری روی عن کلیھما یعنی کوی وجہ ترجیح نہین معلوم ہوتی جس سے عبد اللہ بن صالح مراد لیا جاے کیونکہ بخاری نے دونون سے روایت کی ہے انتہی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی تالیف مین کیا کیا محاسن جمع کئے گئے ہین کیونکہ جب راوی کی شناخت نہ ہوگی تو اوسکی روایت کی جانچ کیونکر ممکن ہے اور یہ راوی تو ایسا ہے کہ صحاح ستہ مین اس نام کے چودہ راوی ہین اور سب تابعی ہین جس سے یہ اشکال اور بھی مشکل ہے ابن حجر عسقلانی نے تصریح کردی ہے کہ مراد اس سے عبد اللہ بن صالح کاتب لیث ہین اور عبد الغفار بن داؤد حرانی کو ابو صالح سے مراد لینا وہم ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بخاری نے بہت سے مقامات پر معلقات مین انہین ابو صالح سے روایت کی ہے جو کاتب لیث ہین [illegible] مین کتب [illegible] بمقابل دیدہ ہین کہ بہت سے ائمہ حدیث نے اپر اعتراض کیا ہے اور انشاء اللہ آیندہ کسی موقع پر بعدہ ان کے حالات مفصلاً مرقوم ہون گے تیسرا نام ہلال بن رداد ہے بتشدید مگر یہ نام اسی جگہ آیا ہے اور دیگر کتب صحاح ستہ مین بھی اس نام کا وجود نہین قال

ابن ابی حاتم ھلال بن مرۃ ادمجھول ولم یذکرہ الکلاباذی فی رجال الصحیح اسا عینی صدا۱۸ پس تعجب ہے کہ اس مجھول شخص کی روایت وہ بھی متابعت مین داخل صحیح بلکہ صحیح بخاری ہو اور اسپر بھی صحیح کا خطاب دیا جائے حالانکہ متابعت کی ضرورت غیر صحیح کو ہوتی ہے۔ چوتھا نام محمد بن مسلم زہری کا ہے جو مشہور ہین اور انکا تفصیلی حال رسالہ وضو مین لکھ چکا ہون کہ یہ بھی روایت مین تدلیس کرتے تھے اور صحبت امرائے بنی امیہ مین مبتلا تھے جسپر بہت سے لوگون نے اعتراض کیا۔ پانچوان نام یونس بن یزید بن مشکان بن ابی النجاد ایلی ہے جو معاویہ بن ابی سفیان کا غلام تھا جس سے بہت سے ائمہ اہل سنت نے روایت کی ہے اور بوجہ غلامی معویہ جو کچھ نہ اوسکی عزت ہو کم ہے۔ چھٹا راوی ابو عروہ معمر بن ابی عمرو بن راشد ازدی حرانی ہے قال عبد الرزاق سمعت منہ عشرۃ الاف حدیث مات بالیمن سنۃ اربع اوثلاث او اثنین وخمسین ومائۃ عن ثمان وخمسین سنۃ ولہ اوھام کثیرۃ احتملت لہ قال ابو حاتم صالح الحدیث وما حدث بہ بالبصرۃ ففیہ اغالیط وضعفہ یحیی بن معین فی روایتہ عن ثابت صد۱۸

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ یہ راوی بھی خود ائمہ اہل حدیث کے نزدیک کیسا ہی کیونکہ بقول عبد الرزاق اوہام اس کے کثیر ہین اور بقول ابو حاتم بصرہ والی حدیثون مین اسکے بہت سے اغلاط ہین اور یحیی ابن معین بھی ادسین جو عن الثابت ہو اسکو ضعیف کہا ہی پس جس کتاب کے راویون کی یہ حالت ہو اوسکا کیا کہنا۔

آخر مین جو جملہ بوادرہ ہی مراد اوس سے یہ ہے کہ معمر اور یونس نے تیسری حدیث کی روایت کی ہے جسمین ترجف فوادہ کی جگہ ترجف بوادرہ روایت کی بوادرہ جمع ہے بادرہ کا معرب اس سے وہ گوشت ہی جو درمیان منکب اور عنق ہوتا ہی کہ خوف کے وقت وہ مضطرب ہوتا ہے اسکے علاوہ اور معنی بھی بتائے ہین جنمین باخود ہا اختلاف ہے۔

پانچوین حدیث حدثنا موسی بن اسمعیل قال حدثنا ابو عوانۃ قال حدثنا موسی بن عائشۃ قال حدثنا سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يعالج من التنزيل شدة وكان مما يحرك شفتيه فقال ابن عباس رضي الله
عنهما يحركهما فحرك شفتيه فانزل الله تعالى لا تحرك به لسانك لتعجل به
ان علينا جمعه وقرانه قال جمعه لك في الارض صدرك وتقرأه فاذا قرأناه فاتبع
قرانه قال فاستمع له وانصت ثم علينا بيانه ثم علينا ان تقرأه فكان رسول الله
صلى الله عليه وسلم بعد ذلك اذا اتاه جبرئيل استمع فاذا انطلق جبرئيل قرأه
النبي كما كان قرأه۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے تفسیر آیہ لا تحرک بہ لسانک مین کہ جس وقت نازل ہو
وحی تو رسول اللہ صلعم جلد جلد دونون لب کو ہلاتے تھے کہ یاد کر لین اوس وحی کو کہا ابن
عباس نے کہ مین بھی اپنے دونون لب کو اوسی طرح ہلاتا ہون جس طرح وہ حضرت ہلاتے تھے
کہا سعید بن جبیر نے کہ مین بھی حرکت دیتا ہون جیسا کہ دیکھا ابن عباس کو حرکت دیتے
پس نازل کیا خدا نے آیہ لا تحرک بہ لسانک کو (جس مین ممانعت ہے حرکت لسان سے
جمعہ سے مراد جمع ہونا قران کا ہے صدر مین اور قرآن سے پڑھنا اوسکا اور فاذا قرأناہ
فاتبع قرانہ سے مراد یہ ہے کہ تم سنو اوسکو کان لگا کر اور ثم علینا بیانہ سے مراد یہ ہے کہ پڑھ
اوسکو پس اسکے بعد جب حضرت جبرئیل وحی لاتے تھے تو رسول اللہ اوسکو سنتے تھے اور جب
جبرئیل چلے جاتے تو آپ اوسکی تلاوت فرماتے۔

تعداد حدیث | اس حدیث کو بخاری صاحب نے تین جگہ پر لکھا ہے ایک یہان دوسرے
کتاب التفسیر مین تیسرے فضایل قرآن مین و یان راوی اسکے قتیبہ عن جریر ہین اور الفا
مین بھی اختلاف ہے اور کتاب التفسیر مین اسی حدیث کو دو باب مین تین مرتبہ لکھا ہے اس
حدیث مین جو یہ فقرہ آیا ہے کان رسول اللہ یعالج من التنزیل شدۃ اسنے شارحون
کو سخت پریشان کیا ہے کیونکہ معالجہ کے معنی محاولۃ الشی بمشقتہ ہین یعنی کسی چیز کو
مشقت حاصل کرنا ہو پھر شدۃ کا لفظ بیکار ہو جاتا ہے اسوجہ سے یہ تاویل کیگئی کہ "
معالجۃ شدیدۃ" مانا جائے جسپر علامہ عینی یہ اعتراض کرتے ہین کہ یہان دو خرابی لازم
ہے ایک لفظ معالجہ کو محذوف ماننا دوسرے شدۃ کو بمعنی شدیدہ ماننا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہین المعالجة محاولة الشئ بمشقة ای کان العلاج ناشیا من تحریک الشفتین ای مبدء العلاج منه جس سے معلوم ہوا کہ ابتداے علاج یہی تھا کہ حضرت دونون لبون کو حرکت دیتے تھے اسپر خود ابن حجر لکھتے ہین وفیه نظر لان الشدة حاصلة له قبل التحریک یعنی یہ قول محل اعتراض ہے کیونکہ شدہ تو قبل تحرک لسان حاصل ہو چکی تھی تو پھر مبدء العلاج کیونکر ہوا۔

یہ سب خرابی محض اسی جملہ سے پیدا ہوئی ورنہ خود بخاری نے جو کتاب التفسیر مین اس حدیث کو لکھا ہی وہ روایت ان خرابیون سے محفوظ ہے کیونکہ ابتدا اوسکی اس طرح پر ہے کان رسول الله اذا نزل جبرئیل بالوحی فکان مما یحرك به لسانه وشفتیه یعنی جب حضرت جبرئیل وحی لیکر آئے ہوتے تھے تو حضرت بھی زبان اور لب ہلاتے جاتے کہ یاد کرلین ایسا نہ ہو بھول جائین اس سیدھے سادے مضمون کو بخاری صاحب نے اس حدیث مین ایسے بیجا لفظ سے لکھا کہ آج تک شارحین حیران ہین کہ کیا مراد ہے حالانکہ مقصود اسی قدر ہی کہ جب حضرت جبرئیل قرآن لاتے تو جو لفظ اون کے منہ سے نکلتا حضرت بھی اوس کو دوہرا دیتے اسکی انتظار فرماتے کہ پوری آیتون کو وہ پڑھ لین تو ہم دوہرائین لہذا خدا نے اس سے منع کیا کہ ایسا نہ کرو بلکہ سن لیا کرو تب دوہراؤ کہ اوسکا جمع کرنا یعنی تمہاری سینہ مین اوسکا محفوظ رہنا ہمارے ذمہ ہے۔

دوسرے یہ کہ بخاری صاحب نے اپنی خوش سلیقگی سے اس حدیث کو ایسا بے ربط کرکے لکھا ہے کہ فہم مطالب مشکل ہو گیا کیونکہ فقال ابن عباس سے فحرک شفتیه تک جو دو سطر کے قریب ہے جملہ معترضہ ہے جو اصل حدیث سے خارج ہی حافظ ابن حجر کہتے ہین جملة معترضة بالفاء وفائده هذه زیادة البیان فی الوصف علی القول جس سے معلوم ہوا کہ یہ جملہ معترضہ ہے جو اس غرض سے لایا گیا ہے اور عامہ علمی توجیہ!

یہی نام بھی اوسکے لئے تجویز کرتے ہین و مثل هذه الحدیث یسمی بالمسلسل بتحریك الشفة لکن لم یتصل تسلسله یعنی یہ حدیث مسمی ہے ساتھ مسلسل تحریک شفہ یعنی لب کے لیکن سلسلہ کے ساتھ متصل نہ ہوئی جس سے معلوم ہوا یہ نام بلا مسمی ہے کیونکہ مسمی تو جب

ہونا کہ متصل بہ سند ہونا اور یہان تو اتصال ہی نہین دوسرے تسمیہ کی غرض تعیین سے ہی کہ جہان افراد کثیرہ صورت واحدہ کے ہوتے ہین وہان نام رکھکر تعیین کرتے ہین اور یہان تو کوئی دوسری حدیث نہین جو کسی اعضاو جوارح سے مسلسل ہو لہذا لب والی سلسلہ کی زوائت علیحدہ کیجائے پھر نہ معلوم اس حدیث کو کیا شرف تھا جو اسکے لئے نام رکھا گیا اور کسی حدیث کا نہین ہان ہان تین آدمی کے لب ہلے ہین تو اس نام مین تحریک شفاہ ثلث رجال بڑھانا چاہئے۔ تیسرا اعتراض اسی حدیث پر یہ کیا گیا ہے کہ جس وقت یہ آیہ نازل ہوا اوسوقت حضرت ابن عباس پیدا بھی نہ ہوئے تھے پھر اونہون نے حضرت کو لب یا زبان ہلاتے دیکھا کہان جو اوسکی نقل کرنے لگے علامہ ابن حجر لکھتے ہین ابن عباس لم یر النبی صم فی تلک الحالۃ لان سورۃ القیامۃ مکیۃ باتفاق بل الظاہر ان نزول ہذہ الآیات کان فی اول الامر والی ہذا جنح البخاری فی ایراد ہذا الحدیث فی بدء الوحی ولم یکن ابن عباس اذذاک ولد لانہ ولد قبل الہجرۃ بثلاث سنین لکن یجوز ان یکون النبی اخبرہ بذلک بعد او بعض الصحابہ اخبرہ انہ شاہد النبی والاول ہو الصواب صفحہ ۱۶ یعنی ابن عباس نے اوس حالت کو حضرت کی نہین دیکھا تھا کہ کیونکر لب یا زبان ہلاتے تھے کیونکہ سورہ قیامہ مکی ہے (جسمین یہ آیہ ہے) باتفاق تمامی اہل علم بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان آیات کا نزول ابتداء امر بعثت مین تھا اسیوجہ سے بخاری نے اس حدیث کو باب بدء الوحی مین لکھا ہے (جسمین ابتدائے آمد وحی کے حالات ہین) اور اوس زمانہ مین نہین پیدا ہوئے تھے ابن عباس کیونکہ ولادت اونکی تین برس قبل ہی ہجرت کے (تو یہ واقعہ اونکی ولادت سے چھ سات برس قبل کا ہی پھر کیونکر دیکھا جو اوسکی نقل فرمانے لگے) لیکن جایز ہے کہ خبر دیا ہو حضرت نے ابن عباس کو اسکے بعد یا دوسرے صحابہ نے خبر دی ہو کہ ہمنے حضرت کو اس طرح سے مشاہدہ کیا اور اول صواب ہی یہی مضمون شرح عینی مین ہے ابن عباس لم یر النبی صم فی تلک الحالۃ لان سورۃ القیامۃ مکیۃ باتفاق ولم یکن ابن عباس اذذاک ولد لانہ ولد قبل الہجرۃ بثلاث سنین صفحہ ۷۶ اب پیروان حضرت بخاری غور فرمائین کہ جب حضرت ابن عباس اوس زمانہ مین پیدا بھی نہ ہوئے تھے جس

زمانہ کی یہ حدیث ہے بلکہ اوس کے پانچ چھہ برس بعد پیدا ہوئے تو پھر اونہون نے دیکھا
کیونکہ جو اوسکی نقل کرنے لگے کہ اس طرح حضرت اپنی زبان کو یالبونکو حرکت دیتے تھے افسوس
کہ بخاری صاحب سا امام المحدثین اسکو نہ سمجھے کہ ہم کیسی روایت لکھ رہے ہین جو ایک منٹ
کے لئے بھی تنقید کے وقت صحیح نہین رہ سکتی۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اسکے قبل جو حدیث حضرت عایشہ سے لیگئی ہے اوسکا بھی بعینہ یہی حال
ہے کہ نہ خود حضرت عایشہ اوسوقت موجود تھین نہ اوس زمانہ مین پیدا ہوئی تھین مگر بیان
کیا اسطرح پر کہ گویا سب انکے چشم دید حالات ہین اور یہان تو اسپر بھی ترقی کیگئی کہ خود اوس
حالت کی نقل بھی اوتار دیکھی کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ ہم بھی اوسیطرح لبون کو ہلاتے
ہین جسطرح رسول اللہ ہلاتے تھے۔

اس بیان سے اوس جواب کی بھی حقیقت کھلگئی جو ابن حجر وغیرہ نے بیان کیا کہ ممکن ہے
حضرت نے اسکے بعد اسکی خبر دی ہو یا دیگر صحابہ نے کیونکہ اولاً اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن
عباس اسکو ضرور بیان کرتے کہ رسول اللہ نے بیان کیا یا فلان صحابی نے حالانکہ یہ سب کچھ
نہین مذکور ہے پھر کیونکر ایسا گمان ہوسکتا ہے ثانیاً اگر بفرض محال حضرت نے دوسرے کسی
زمانہ مین اس واقعہ کو بیان بھی کیا تو یہ کہان سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اپنی اوس حالت
کو بھی دکھایا ہو جس حالت سے آپ اپنی زبان یالبونکو ہلاتے تھے کیونکہ یہ امر کوئی ایسا مخفی نہ
تھا جس کے نقل کی ضرورت ہو اور بغیر اسکے معلوم نہ ہو کہ کیونکر لب یا زبان ہلائی جاتی ہے
ثالثاً اگر فرض کیا جائے کہ حضرت نے دوسرے زمانہ مین اسکی نقل فرمائی تو لازم آتا ہے کہ
حضرت نے امر نہی عنہ کی معاذ اللہ مخالفت کی ہو کیونکہ خدا اسکو منع فرماتا ہے اور آپ اوس کے خلاف
کے خلاف لبون کو حرکت دیتے ہین رابعاً اگر اس حالت کے ناقل کوئی صحابی ہون تو اوس
بھی یہ حدیث خارج ہوتی ہے کیونکہ باصطلاح محدثین یہ حدیث مقطوع ہوتی ہے پھر حدیث
مرفوع متصل کہان رہی جسکے بغیر صحت ناممکن ہے۔

اب اہل سنت کو لازم ہے کہ اس حدیث پر غور فرمائین اور دیکھین یہ حدیث کیسی ہے
اسی سے ساری بخاری کا حال معلوم ہوگا کہ اس صحیح بخاری مین کسطرح کے حشویات مملو

ہین اور کیسی بے احتیاطیان کی گئی ہین حالانکہ بخاری صاحب اگر رجوع کرتے تو اونکو خود جناب
امیر المومنین ع کی وہ حدیثین ملتین جو چشم دید ہین مگر ابتدا ہین تو اونکو حضرت عمر کی حدیث لکھنی
تھی پھر حضرت عائشہ کی تاکہ اہل سنن ظاہر ہو اسلئے وہ بے جوڑ حدیثین لکھین اب یہان خلفائے
بنی عباس کی ... داعی ہوئی جن کے زمانہ مین یہ کتاب لکھی گئی لہذا حضرت ابن عباس کی
روایت لکھی جسکی حالت آپنے ملاحظہ کی کہ یہ اوس زمانہ کی حدیث ہے جب اونکی ولادت بھی ہوئی
تھی۔ حافظ ابن حجر وعدہ کرتے ہین کہ اس حدیث کی پوری شرح کتاب التفسیر مین لکھینگے اور ہم
بھی اگر زندگی نے وفا کی تو اوسوقت کے منتظر ہین مگر مختصراً اسقدر عرض کرنا ضروری ہے کہ وہان
انہون نے کوئی بات نہین لکھی بجز اسکے کہ کتاب التفسیر سے ناقل ہین کہا قفال نے کہ آیہ لاتحرک
بہ لسانک مین خطاب رسول اللہ سے نہین ہے بلکہ عام انسان سے مخاطبہ ہے جسکا ذکر ابتدائے
سورہ مین ہے ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر پس یہ آیہ بھی اوسی سے متعلق
ہے کہ جب انسان کو اوسکے قبایح افعال واعمال سے خبر دینگے اور نامہ اعمال اوسکا پڑھا جائیگا
اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ کہ پڑھ تو اپنی کتاب کو کافی ہے تیرا
نفس آجکے روز حساب کے لئے پس جسوقت وہ شروع کریگا قرات نامہ اعمال کو تو زبان
اوسکی لڑکھڑائیگی شدۃ خوف اور کثرت قرات سے اوسوقت کہا جائیگا لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ
کیونکہ بہ قاعدہ وعدو حکمت واجب ہے ہمپر کہ تیرے اعمال کو جمع کرین اور تجھپر اوسکی قرات
کرین فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ اور بعد قرات تجھپر لازم ہے اقرار کرنا ساتھ اوسکے ثم علینا
بیانہ یعنی بیان کرنا عقوبت کا اور عذاب کا جو بعد اسکے ہوگا کہا قفال نے اسطرح کی تفسیر
حسن ہے کسیطرح عقل اوسکی مدافعہ نہین کرتی اگرچہ آثار اوسکے نہ وارد ہون صہ جلد ۸
اس تاویل کی ضرورت اسوجہ سے ہوئی کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہین والحامل علی ذلک عسر
بیان المناسبۃ بین ہذہ الآیہ وما قبلہا من احوال القیامۃ حتی زعم بعض الرافضۃ
انہ سقط من السورۃ شئ وہو من جملۃ دعاویہم الباطلۃ وقد ذکر الائمۃ لہا مناسبات
فتح ۳ جلد یعنی باعث اس تاویل کا یہ ہے کہ اس آیہ مین اور اوسکے ماقبل والے آیہ مین
مناسبت نہین ہے یہان تک کہ بعض روافض نے گمان کیا کہ اس سورہ سے کچھ ساقط

ہوگیا حالانکہ یہ دعویٰ اونکا باطل ہے اور دیگر ائمہ نے چند مناسبتیں اور لکھی ہیں اور تفسیر
کبیر میں ہے زعم قوم من قدماء الروافض ہذا القرآن قد غیر وبدل وزید
فیہ ونقص عنہ واحتجوا علیہ بانہ لا مناسبۃ بین ہذہ الایۃ وبین ما قبلہا
ولو کان ہذا الترتیب من اللہ تعالی لما کان الامر کذلک صفحہ ۲۰۰ ج۳ گمان کیا
ہے ایک قوم نے قدماء روافض (شیعہ) سے کہ اس قرآن میں تغیر وتبدل ہوا اور زیادتی
ونقصان وقوع میں آیا اور اس دعوی پر اس آیہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس آیہ
میں اور ماقبل کے آیہ میں کوئی مناسبت نہیں ہے اگر ترتیب اوسکی من اللہ ہوتی تو ایسا نہوتا
ہم نہیں کہہ سکتے کہ شیعوں سے کون اسکا قایل ہے کہ معاذ اللہ قرآن میں زیادتی ہوئی ہے
حالانکہ خود شاہ عبد العزیز صاحب نے علماء شیعہ سے اسکی رد نقل کی ہے کہ قرآن میں ایک
حرف زیادہ نہیں ہوا اس قول کی نسبت اگرچہ ہم ظاہر کرچکا کہ خلاف معتقد شیعہ ہے تاہم
ان حضرات کے تسکین کے لئے کچھ تفصیل اسکی مناسب ہے کیونکہ روایت تغیر وتبدل اور زیادتی
ونقصان کی کتب اہل سنت میں اسقدر ہے کہ اونکا احصا نہیں ہو سکتا لیکن کچھ تغیر تبدیل کے
بارہ میں خود اسی فتح الباری میں مرقوم ہے وقرء عمر فامضوا الی ذکر اللہ ثبت ہذہ
فی روایۃ الکشمیہنی وحدہ وروی الطبرانی عن عبد الحمید بن بیان عن سفیان
عن الزہری عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ قال ما سمعت عمر غیرہا قط الا فامضوا
ومن طریق مغیرۃ عن ابراہیم قال قیل لعمران ابی بن کعب یقرءہا فاسعوا قال
اما انہ اعلمنا واقرانا للمنسوخ وانما ہو فامضوا صفحہ ۳۴۰ جزو عشرون۔
جس سے معلوم ہوا کہ سورہ جمعہ میں فامضوا کا لفظ بدل کر قرآن میں فاسعوا الی ذکر اللہ لکھا گیا
پھر اسی فتح الباری میں یہ بھی ہے افلم ییأس الذین آمنوا کو حضرت ابن عباس غلط جانتے
[illegible] الطبرانی وعبد بن حمید باسناد صحیح
[illegible] عن ابن عباس انہ کان یقرءہا افلم یتبین ویقول کتبہا
الکاتب وہو ناعس جس سے معلوم ہوا کہ ابن عباس کے نزدیک کاتب نے اونگھ کر یہ
غلط لکھ دیا دیکھو فتح الباری میں ہے وفی روایۃ النسائی والی عوانہ وابن ابی داود

من طریق ابی شہاب عن الاعمش عن ابی وائل قال خطبنا عبد اللہ بن مسعود
علی المنبر فقال ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ غلوا مصاحفکم وکیف تامرونی
ان اقرء علی قراۃ زید بن ثابت وقد قرءت من فی رسول اللہ وفی روایۃ خمیر
بن ثابت بیان السبب فی قول ابن مسعود ہذا ولفظہ لما امر بالمصاحف ان تغیر ساء
ذلک عبد اللہ بن مسعود فقال من استطاع وقال فی اخرہ افاترک ما اخذت
من رسول اللہ وفی روایۃ لہ فقال انی غال مصحفی فمن استطاع ان یغل مصحفہ
فلیفعل وعند الحاکم من طریق ابی میسرۃ قال دخلت فاذا انا بالاشعری وحذیفہ
وابن مسعود فقال ابن مسعود واللہ لا ادفعہ یعنی مصحفہ اقرءنی رسول اللہ
فذکرہ اس روایت سے بصراحت معلوم ہوا کہ جب حضرت عثمان نے حکم دیا اسکا کہ مصحف
مین تغیر کیا جائے تو عبد اللہ بن مسعود کو یہ امر ناگوار ہوا اور اونہون نے حکم دیا کہ ہر شخص
اپنا اپنا قران بند کر دے اور مجمع البحار مین تفسیر قول ابن مسعود مرقوم ہے یعنی ان مصحفہ و
مصحف اصحابہ کان مخالفا المصحف الجمہور فانکر علیہ الناس وطلبوا احراق مصحفہ
کما فعلوا فامتنع وقال لاصحابہ غلوا مصاحفکم ای اکتموہا ومن یغلل یات بما غل یوم
القیمۃ وکفاکم بہ شرفا ثم قال انکارا ومن ہو الذی تامرونی ان اخذ بقراءتہ
واترک مصحفی الذی من فی رسول اللہ انتہی یعنی چونکہ ابن مسعود کا قرآن اور اونکے
اصحاب کا قرآن خلاف تھا قرآن جمہور کے لہذا لوگون نے اسپر انکار کیا اور چاہا کہ ان کے
قرآن کو بھی جلا دین جیسا کہ اور لوگون کے قرآن کو جلایا تھا تو انہون نے حکم دیا کہ ہر شخص
اپنا اپنا قران چھپا ڈالے اور از راہ انکار کہا کہ کون اسکا حکم دے سکتا ہے کہ ہم ان لوگون
کی قرات پر تلاوت کرین اور جس قرآن کو زبان رسول السلام سے مین نے لیا ہے اوسکو ترک
کرون حضرت ابن مسعود کا یہ غصہ تا تیز تھا کہ کہتے تھے جیسا کہ کتاب محاضرات مین ہے وقیل
احرق عثمان مصحف ابن مسعود وان ابن مسعود کان یقول لو ملکت کما ملکوا
لصنعت بمصحفہم مثل الذی صنعوا بمصحفی کہا گیا ہے کہ عثمان نے ابن مسعود کا قران بھی
جلا دیا جسپر ابن مسعود کہتے تھے اگر ہم بھی مالک ہوتے (یعنی خلافت پاتے) جیسا کہ ان لوگونکو مالکیت

حاصل ہوئی تو ہم بھی ان کے قرآن کے ساتھ وہی کرتے جو انہوں نے ہمارے قرآن کے ساتھ کیا
اب اس سے بڑھ کر تغیر و تبدل قرآن کی بمقتضائے اعتقاد اہلسنت کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ابن
مسعود سا صحابی جلیل القدر اسکی تمنا کرتے ہیں کہ اگر ہمکو بھی حکومت ملتی تو انکے قرآن کو اوسی طرح
جلاتے جیسا کہ انہوں نے ہمارے قرآن کو جلایا۔

نقص کی صریحی روایتیں اور بھی ملاحظہ ہوں عن زر بن حبیش قال قال
ابی بن کعب کاین تعد سورۃ الاحزاب قلت اثنتین وسبعین آیۃ او ثلثا
وسبعین آیۃ قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ وان کنا لنقرء فیہا آیۃ الرجم
قلت وما آیۃ الرجم قال اذا زنیا الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ
واللہ عزیز حکیم اور درمنثور سیوطی میں ہے عن عائشۃ قال کانت سورۃ الاحزاب تقرء
فی زمان النبی مائتین آیۃ فلما کتب عثمان المصاحف لم یقدر منہا الا علی ما ھو الان
جس سے معلوم ہوا کہ سورہ احزاب اب ۷۲ یا ۷۳ آیہ ہے اور عہد رسول میں دو سو آیتیں تھیں
اور سورہ بقر کے برابر تھا جس میں آیہ رجم بھی تھا اب نہیں ہے۔

اور درمنثور سیوطی میں ہے اخرج ابن ابی شیبۃ والطبرانی فی الاوسط وابو الشیخ والحاکم
وابن مردویہ عن حذیفۃ قال التی تسمون سورۃ التوبۃ ھی سورۃ العذاب واللہ
ما ترکت احدا الا نالت منہ وما تقرؤن منہا مما کنا نقرء الا ربعہا جس سے
معلوم ہوا کہ سورہ توبہ کا نام سورہ عذاب ہے جسمیں کل صحابہ کے حالات مذکور تھے اور اب چوتھائی
حصہ اوسکا باقی رہ گیا ہے

قرآن میں ان اللہ ھو الرزاق مرقوم ہے حالانکہ صحیح ترمذی میں ہے عن عبد اللہ بن [illegible]
قال اقرأنی رسول اللہ ص انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین ھذا حدیث حسن
اور بخاری میں تو اسکا خاص باب ہے صفحہ ۱۰۱ جزو ثلاثون۔

اور تفسیر درمنثور سیوطی میں ہے اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرء علی
عہد رسول اللہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین
وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس جس سے معلوم ہوا کہ جملہ

ان علیاً امیر المومنین قرآن سے نکل گیا۔ اوسی درمنثور سیوطی مین یہ بھی ہے واخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود انہ کان یقرؤ ھذا الحرف وکفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابیطالب وکان اللہ قویاً عزیزاً جس سے جملہ بعلی ابن ابیطالب کا نکلجانا قرآن سے نمایان ہے۔ اور تفسیر ثعلبی مین ہے عن ابی وائل قال قرءت فی مصحف عبد اللہ بن مسعود ان اللہ اصطفی ادم ونوحاً وال ابراھیم وال عمران وال محمد علی العالمین جس سے جملہ ال محمد کا قرآن سے نکلجانا ظاہر ہے۔

زیادتی الفاظ کا مضمون بھی خود صحیح بخاری مین موجود ہے عن علقمہ قال دخلت فی نفر من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو درداء فاتانا فقال افیکم من یقرء فقلنا نعم قال فایکم اقرء فاشاروا الی فقال اقرء فقرأت واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی فقال انت سمعتھا من فی صاحبک قلت نعم قال وانا سمعتھا من فی النبی صلعم وھؤلاء یابون علینا صفحہ ۳۹۷ پارہ عشرون۔

جس سے معلوم ہوا کہ بتصریح صحیح بخاری حضرت ابودردا صحابی آیۂ وما خلق الذکر والانثی مین لفظ وما خلق کو زاید سمجھتے تھے۔

ہم اس بحث کو ذوالفقار حیدری جلد اول اور تشفی مین کچھ اجمالاً لکھ چکے ہین اور کتاب مستطاب استقصاء الافحام مین نہایت بسط سے مرقوم ہے لہذا یہان اسیقدر پر اکتفا کیا گیا اور انشاء اللہ کتاب تعمیر صحیح بخاری کی تنقید مین پوری بحث اسکی آئیگی خدا وہ دن لائے کہ یہ سلسلہ وہان تک پہونچے۔ رہا ترتیب کا معاملہ وہ سب پر ظاہر ہے کہ مکی پر مدنی مقدم ہے اور بہت سے مقام پر یہ حالت ہوگی ہمکو یہان اس مسئلہ سے کوئی بحث نہین بلکہ یہ دکھانا ہے کہ جس مسئلہ مین علماء اہل سنت اسقدر پریشان ہین اوسمین بخاری اسطرح کی بے جوڑ حدیث لاتے ہین کہ کچھ بھی بے کچھ نہ بن سکے پھر ایسی کتاب یا ایسی حدیثون پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے۔

جو اعتراض بے ترتیبی کا بیان کیا گیا ہے جس کے جواب مین چھ وجہین تفسیر کبیر مین مرقوم ہین علامہ ابن حجر اوسکی نسبت لکھتے ہین وجھنا مناسبات اخری ذکرھا الفخر الرازی لا طائل فیھا مع انھا لا تخلو من تعسف اصفحہ ۴۳ یعنی یہ سب توجیہین بے سود ہین اور تکلف سے

خالی نہین جس سے جہان اوس اعتراض کی وقعت ظاہر ہوئی وہان اون جوابونکی بھی سخافت نمایان ہوئی بہرحال جو الزام بے ترتیبی قرآن خلفا پر عاید کیا گیا ہے وہی اعتراض خود بخاری پر بھی کیا گیا ہی اونہون نے اس حدیث کو بے جوڑ لکھا کیونکہ باب مقرر کیا گیا ہے کیفیت ابتدائے وحی کی اور اس حدیث کو اوس سے کسی طرح لگاؤ نہین اسیوجہ سے علامہ عینی کو اسکا بھی جواب دینا پڑا المناسبة بین الحدیثین ظاهرة لان المذکور فیما مضی هو بعض القرآن وههنا التعرض الی بیان کیفیة التلقین والملقن وقدم ذلك لان الصفات تابعة للذات کہ دونون حدیثون مین مناسبت ظاہر ہے کیونکہ اسکے پہلے حدیث مین بعض قرآن (ای الملقن) مذکور تھا اور یہان کیفیت تلقین و ملقن بیان کیگئی ہے اور چونکہ صفات تابع ذات ہین اسلئے اسکو موخر کیا مگر اس جواب سے صرف ان دونو حدیثون مین البتہ مناسبت ثابت ہوئی کہ اصل باب سے مناسبت نکلی ہو کیونکہ باب کیف کان بدء الوحی رسول اللہ سے دونو خارج ہیں اور یہی اعتراض ہے نہ یہ کہ ان دونو حدیثون مین کیا مناسبت ہے۔

راویون مین ابو عوانہ خاصکر قابل توجہ ہے کیونکہ عینی لکھتے ہین قال ابن ابی حاتم کتبہ صحیحة واذا حدث من حفظه غلط کثیرا وهو صدوق۔ عینی صفحہ ۳ یعنی کتابین اسکی صحیح ہین مگر جب اپنے حافظہ سے حدیثین بیان کرتا ہے تو اوسمین بہت غلطی کرتا ہی پس جس راوی کا یہ حال ہو اوسکی روایت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے رسالہ وضوح مین اسکی کچھ زیادہ تفصیل کر چکا ہون بہرحال یہ حدیث بھی حدیث رسول اللہ نہین ہے یعنی حضرت کا کوئی قول اوسمین نہین ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ ایک صحابی کا بیان یا اوسکی نقل اور وہ بھی اوس زمانہ کی جبکہ وہ پیدا بھی نہوئے تھے جیسا کہ اسکے ماسبق حدیثون کا حال تھا۔

چھٹی حدیث حدثنا عبدان اخبرنا عبد اللہ انا یونس عن الزهری قال ح حدثنا بشر بن محمد قال نا عبد الله قال انا یونس معمر نحوه عن الزهری قال اخبرنی عبید الله بن عبد الله عن ابن عباس قال کان رسول الله صلعم اجود الناس و کان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاه جبریل وکان یلقاه فی کل لیلة فی رمضان فیدارسه القرآن فلرسول الله اجود بالخیر من الریح المرسلة۔ انتهی

ابن عباس سے روایت ہی کہ تھے رسول اللہ تمام آدمیون سے زیادہ جواد اور ماہ رمضان میں اوس سے بھی زیادہ جواد ہوتے تھے جس وقت ملاقات کرتے تھے جبرئیل اور جبرئیل ہر شب کو ماہ رمضان مین ملاقات کرتے تھے اور قرآن کا باخود بادرس ہوتا پس ہر آئینہ رسول اللہ جواد تر ہین اوس ہوا سے جو بھیجی گئی ہے۔

تعداد حدیث اس حدیث کو بخاری نے پانچ مقام پر لکھا ہے ایک یہان دوسرے باب صفۃ النبی مین تیسرے باب الصوم مین چوتھے فضائل القرآن مین پانچوین باب بدء الخلق مین۔

جود کے معنی سخاوت کے ہین اجود صیغہ افعل التفضیل ہے یعنی بڑے جواد محاورہ عرب مین خوب پڑھنے یا عمدہ شعر کہنے مین اسکا خاص طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہین کہ اس حدیث کو باب مذکور سے بانیوجہ مناسبت ہی کہ اسمین اشارہ ہی اسکی طرف کہ ابتداء نزول قرآن ماہ رمضان مین ہوا پس حضرت جبرئیل ہر سال اوسکا مذاکرہ کرتے جس سال آپنے انتقال کیا تو حضرت جبرئیل نے دو مرتبہ اوسکا مذاکرہ کیا جیسا کہ صحیح مین ثابت ہی حضرت فاطمہ اور اونکے شوہر سے یہ سب احکام وحی سے ہین اور باب اوسی کے لئے معین کیا گیا ہے۔

مگر افسوس کہ اس حدیث مین جسے بخاری صاحب نے یہان لکھا ہی انمین سے ایک بات بھی یہان نہین پائی جاتی نہ نزول قرآن ماہ رمضان مین نہ آخر مین دو مرتبہ سنانا جسکی وجہ شاید یہی ہے کہ اس حدیث کی راوی جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا ہین اور اونکا نام بخاری کے نزدیک جیسا ہی ظاہر ہے خصوصًا شروع کتاب مین لانے سے تو اور بھی الکا دل دکھیگا اور جو اصل مقصود خوش کرنا بنی عباس کا ہی وہ فوت ہوگا اسلئے جناب سیدہ ؑ کا نام نہ لیا۔

بہر حال یہ حدیث بھی کوئی حدیث نہین ہے کیونکہ اسمین نہ حضرت کا کوئی کلام ہے نہ کسی قول کی طرف نسبت ہی بلکہ حضرت ابن عباس آنحضرت کی اجودیت کو بیان کر رہے ہین جو مسلم ہی مگر اس کو باب کیف کان بدء الوحی سے کوئی ربط نہین۔

ساتوین حدیث حدثنا ابو الیمان الحکم بن نافع اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اخبرہ ان ابا سفیان ابن حرب اخبرہ ان ہرقل ارسل الیہ فی رکب من قریش

وكانوا تجارا بالشام فأتوه وهم بايليا فدعاهم في مجلسه وحوله عظماء الروم ثم
دعاهم ودعا ترجمانه فقال ايكم اقرب نسبا بهذا الرجل الذي يزعم انه نبي قال ابو سفيان فقلت
انا اقربهم به نسبا فقال ادنوه مني وقربوا اصحابه فاجعلوهم عند ظهره ثم قال لترجمانه
قل لهم اني سائل هذا عن هذا الرجل فان كذبني فكذبوه قال فوالله لولا
الحياء من ان يأثروا علي كذبا لكذبت عنه ثم كان اول ما سألني عنه ان قال كيف نسبه
فيكم قلت هو فينا ذو نسب قال فهل قال هذا القول منكم احد قط قبله قلت لا
قال فهل كان من ابائه من ملك قلت لا قال فاشراف الناس اتبعوه ام ضعفاؤهم
فقلت بل ضعفاؤهم قال ايزيدون ام ينقصون قلت بل يزيدون قال فهل يرتد احد
منهم سخطة لدينه بعد ان يدخل فيه قلت لا قال فهل كنتم تتهمونه بالكذب قبل
ان يقول ما قال قلت لا قال فهل يغدر قلت لا ونحن منه في مدة ما ندري ما هو
فاعل فيها قال ولم تمكني كلمة ادخل فيها شيئا غير هذه الكلمة قال فهل قاتلتموه قلت نعم
قال فكيف كان قتالكم اياه قلت الحرب بيننا وبينه سجال ينال منا وننال منه قال ماذا
يامركم قلت يقول اعبدوا الله وحده ولا تشركوا به شيئا واتركوا ما يقول اباؤكم و
يامرنا بالصلاة والصدق والعفاف والصلة فقال للترجمان قل له سألتك عن نسبه
فذكرت انه فيكم ذو نسب وكذلك الرسل تبعث في نسب قومها وسألتك هل قال احد
هذا القول قبله فذكرت ان لا فقلت لو كان احد قال هذا القول قبله لقلت رجل
يأتسي بقول قيل قبله وسألتك هل كان من ابائه من ملك قلت رجل يطلب ملك
ابيه وسألتك هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال فذكرت ان لا فقد
اعرف انه لم يكن ليذر الكذب على الناس ويكذب على الله وسألتك اشراف الناس اتبعوه
ام ضعفاؤهم فذكرت ان ضعفاءهم اتبعوه وهم اتباع الرسل وسألتك ايزيدون ام
ينقصون فذكرت انهم يزيدون وكذلك امر الايمان حتى يتم وسألتك ايرتد احد سخطة
لدينه بعد ان يدخل فيه فذكرت ان لا وكذلك الايمان حين تخالط بشاشته القلوب
وسألتك هل يغدر فذكرت ان لا وكذلك الرسل لا تغدر وسألتك بما يامركم فذكرت

انه يامركم ان تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وينهاكم عن عبادة الاوثان ويامركم
بالصلاة والصدق والعفاف فان كان ما يقول حقا فسيملك موضع قدمى هاتين
وقد كنت اعلم انه خارج لم اكن اظن انه منكم فلو انى اعلم انى اخلص اليه لتجشمت
لقاءه ولو كنت عنده لغسلت عن قدميه ثم دعا بكتاب رسول الله الذى بعث به مع دحية
الكلبى الى عظيم بصرى فدفعه الى هرقل فقرءه فاذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم من
محمد عبد الله ورسوله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد
فانى ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله اجرك مرتين فان توليت
فان عليك اثم اليريسيين قال ويقال الاريسيين ويا اهل الكتب تعالوا الى كلمة سواء
بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا
من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون قال ابو سفيان فلما قال ما
قال وفرغ من قراءة الكتاب كثر عنده الصخب وارتفعت الاصوات واخرجنا فقلت
لاصحابى حين اخرجنا لقد امر امر ابن ابى كبشة انه يخافه ملك بنى الاصفر فما زلت
موقنا انه سيظهر حتى ادخل الله على الاسلام وكان ابن الناطور صاحب ايليا وهرقل
اسقفا على نصارى الشام يحدث ان هرقل حين قدم ايليا اصبح يوما خبيث النفس
فقال بعض بطارقته لقد استنكرنا هيئتك قال ابن الناطور وكان هرقل حزاء ينظر
فى النجوم فقال لهم حين سالوه انى رايت الليلة حين نظرت فى النجوم ملك
الختان قد ظهر فمن يختتن من هذه الامة قالوا ليس يختتن الا اليهود فلا يهمنك
شانهم واكتب الى مداين ملكك فليقتلوا من فيهم من اليهود فبينما هم على امرهم
اتى هرقل برجل ارسل به ملك غسان يخبر عن خبر رسول الله صلى الله عليه و
اله وسلم فلما استخبره هرقل قال اذهبوا فانظروا امختتن هو ام لا فنظروا اليه فحدثوه
انه مختتن وساله عن العرب فقال هم يختتنون فقال هرقل هذا ملك هذه الامة
قد ظهر ثم كتب هرقل الى صاحب له برومية وكان نظيره فى العلم وسار هرقل الى حمص
فلم يرم حمص حتى اتاه كتاب من صاحبه يوافق راى هرقل على خروج النبى عليه الصلوة

والسلام وانہ نبی فاذن ہرقل لعظماء الروم فی دسکرۃ لہ بحمص ثم امر بابوابہا فغلقت ثم اطلع فقال یا معشر الروم ہل لکم فی الفلاح والرشد وان یثبت ملککم فتبایعوا ہذا النبی فحاصوا حیصۃ حمر الوحش الی الابواب فوجدوہا قد غلقت فلما رای ہرقل نفرتہم وایس من الایمان قال ردوہم علی وقال انی قلت مقالتی آنفا اختبر بہا شدتکم علی دینکم فقد رایت فسجدوا لہ ورضوا عنہ فکان ذلک آخر شان ہرقل

ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل (قیصر روم) نے اوسکی طرف بھیجا جبکہ وہ اوس قافلہ ہی قریش کے گیا تھا جو بغرض تجارت ملک شام مین گیا تھا زمانہ صلح حدیبیہ سنہ مین ہرقل وغیرہ ایلیا مین تھے کہ وہ قاصد آیا اور سب کو بلا کر لے گیا ہرقل نے اپنے دربار مین طلب کیا جہان گرد اوسکے عظماء روم جمع تھے پھر ترجمان کو بلایا اور اوسکے ذریعہ سے پوچھا کہ تم لوگون سے کون زیادہ قریب ہی نسب مین اوس شخص سے جو گمان کرتا ہی کہ وہ نبی ہی ابوسفیان نے جوابدیا کہ بہ نسبت اورون کے ہم اون سے زیادہ قریب ہین ہرقل نے کہا اسکو نزدیک لاؤ اور اوسکے ساتھیون کو اوسکی پشت پر رکھو پھر ترجمان سے کہا کہ ان لوگون سے کہدو کہ ہم اس شخص سے اونکا حال پوچھتے ہین اگر غلط بیان کرے تو تم لوگ اسکی تکذیب کرنا کہا ابوسفیان نے اگر اسکی شرم نہ ہوتی کہ ہمارے کذب کو نقل کرینگے تو ضرور ہم جھوٹھ بولتے سب سے پہلے جو ہرقل نے سوال کیا وہ یہ تھا کہ اس شخص (یعنی رسول اللہ) کا نسب کیسا ہی ابوسفیان - وہ ہملوگون مین صاحب نسب عظیم ہین ہرقل تو کیا اور کسی نے بھی قبل اسکے ایسا دعوی کیا تھا ابوسفیان نہین ہرقل تو کیا اسکے آبا و اجداد سے کوئی بادشاہ بھی تھا ابوسفیان نہین ہرقل اشراف ناس اونکی متابعت کرتے ہین یا ضعفاء ناس ابوسفیان ضعفاء ناس ہرقل روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہین ابوسفیان زیادہ ہوتے جاتے ہین ہرقل اونکے دین سے مرتد بھی ہوتا ہی دین کو ناگوار سمجھ کر ابوسفیان نہین ہرقل قبل اسکے تم لوگ اونکو متہم بکذب جانتے تھے ابوسفیان نہین ہرقل تو کیا وہ کبھی غدر بھی کرتے ہین ابوسفیان نہین ہم لوگ اونکے صلح مین ہین نہین معلوم وہ کیا کرنے والے ہین ابوسفیان کہتا ہے کہ بجز اس کلمے کے اور کوئی موقع نہ ملا کہ کچھ ہم حسب خواہ اپنے کہہ سکین ہرقل تم نے اوس سے جنگ بھی کی ہے

ابوسفیان ہان ہرقل کیا حال ہا ابوسفیان لڑائی مثل ڈول کے ہے کبھی ہم غالب ہوتے کبھی وہ
ہرقل کس بات کا حکم کرتے ہین ابوسفیان کہتے ہین خدائے واحد کی عبادت کرو شرک نہ کرو اور
جن باتون کے قایل تمہارے آباء تھے تم اونکو ترک کرو حکم دیتے ہین ساتھ نماز و صدق اور
عفاف و صلہ کے ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اسنے کہو کہ تم انکو صاحب نسب عظیم کہتے ہو
اور یہی حال ہے انبیا کا اپنی قوم مین صاحب نسب ہوتے ہین تم نے اس سے بھی انکار کیا اور
کوئی اسکا مدعی نہین ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم کہتے یہ شخص اوس پہلے شخص کی تاسی کرتا ہو اس
سے بھی تم نے انکار کیا کہ ان کے آباو اجداد سے کوئی شخص بادشاہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم
کہتے یہ شخص اس سلسلے آبائی سلطنت حاصل کیا چاہتا ہے تم اسکے قایل ہو کہ کبھی اوس سے تہمت
کذب نہ جانا بس ہم ایسا گمان کرتے ہین کہ آدمیون سے تو جھوٹ نہ بولے اور خدا پر ایسی تہمت
لگائے تم نے یہ بھی کہا کہ ضعفاء ناس ان کے پیرو ہوتے ہین پیغمبرون کے پیرو ایسے ہوتے ہین
یہ بھی تم نے کہا کہ روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہین یہی حال ہے امر ایمان کا اسکو بھی ہمنے بھی
پوچھا کہ کوئی اونکے دین سے مرتد بھی ہو جاتا ہے تم نے انکار کیا یہی حال ہے ایمان کا تا آنکہ ملجاتا ہو
بشاشت قلوب سے تم نے اونکے غدر سے بھی انکار کیا یہی حال ہے نبیون کا کہ وہ غدر نہین کرتے
تم نے اسکو بھی بیان کیا کہ وہ حکم دیتے ہین عبادت خدا اور ترک شرک کا اور منع کرتے ہین بت
پرستی سے اور امر کرتے ہین صلوۃ و صدق و عفاف کا اگر یہ حق ہے تو قریب ہے کہ وہ مالک
ہون ہمارے ان دونون قدمون کے مقام تک یہ تو ہم جانتے تھے کہ ایک نبی ہونیوالا ہے
مگر اسکا گمان نہ تھا کہ وہ تملوگون سے ہوگا اگر ہم اسکو جانتے کہ وہان تک پہونچ سکتے ہین تو جس
طرح ہوتا ہم اونکی ملاقات کو جاتے اور اگر اونکے پاس ہوتا تو اونکے قدم دہوتا پھر منگایا اوس نامہ
کو جسے حضرت نے دحیہ کلبی کے ساتھ عظیم بصری کے پاس بھیجا تھا وہ نامہ اوسکو دیا گیا اوس مین لکھا
تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد بن عبداللہ اور اوسکے رسول کی طرف سے (یہ خط ہے) طرف ہرقل عظیم روم
کے سلام ہو اوس پر جو تابعداری کرے ہدایت کی اما بعد مین تجھے دعوت کرتا ہون طرف دعوت
اسلام کے اسلام لا کہ سلامتی پائے اور خدا تجھے دو اجر دیگا اور اگر روگردانی کرے (انکار) تو تجھپر گناہ
ہے یریسین کا جنکو یریسین بھی کہتے ہین اور اے اہل کتاب آو طرف اوس کلمہ کے جو مساوی ہے

درمیان ہمارے اور تمہارے کہ نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شرک کریں ساتھ اوس کے
اور نہ بناویں بعض ہمارے بعض کو ارباب سوائے اللہ کے پس اگر انکار کرے تو کہو گواہ ہو سب
کہ ہم اسلام لانیوالے ہیں کہا ابو سفیان نے جب ہرقل اپنی تقریر ختم کر چکا اور خط بھی پڑھ چکا تو
شور و غل کی آواز بلند ہوئی اور ہم لوگ نکالدئے گئے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ
دین ابی کبشہ (رسول اللہ) نے یہاں تک ترقی کی کہ بادشاہ بنی الاصفر بھی اوس سے خوف کھاتا ہے
اوسوقت سے ہمکو ہمیشہ یقین ہوا کہ وہ ظاہر ہونگے (غلبہ پائینگے) یہاں تک کہ خدا نے دین اسلام کو
ہمیں داخل کیا اور تھا ابن ناطور صاحب ایلیا اور ہرقل اسقف او پر نصارائے شام کے بیان کرتے
کہ ہرقل جب داخل ایلیا آیا ہوا تو ایکروز وہ بہت ہی مکدر تھا اوسپر بعض بطارقہ نے کہا کہ ہم
ہیئت سے تمہاری خوف آتا ہے کہا ابن ناطور نے کہ ہرقل بڑا نجومی تھا جب اون لوگوں نے یہ کہا
تو اسنے جوابدیا کہ آج ہمکو نجوم سے یہ معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ظاہر ہوا اون لوگوں
میں جو ختنہ کرتے ہیں اس امت سے لوگوں نے کہا کہ ختنہ تو صرف یہود کرتے ہیں اونسے خوف
کرنا فضول ہے اپنے شہروں کے حاکموں کو لکھ بھیجو کہ جو وہاں یہودی ہو اوسکو قتل کر ڈالیں
ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ بادشاہ غسان کا بھیجا ہوا ایک آدمی آیا جو ان حضرت کی خبر
دیتا تھا جب ہرقل نے اوس سے حال پوچھا تو کہا اسے لیجا کر دیکھو اسکا ختنہ ہوا ہے یا نہیں جب
لوگوں نے آکر بیان کیا کہ یہ ختنہ کردہ ہے اوس سے عرب کا حال دریافت کیا تو کہا وہ لوگ بھی
ختنہ کرتے ہیں ہرقل نے کہا جو مالک ہوگا اس امت کا وہ ظاہر ہوا پھر ہرقل نے اپنے ساتھی
کو خط لکھا کہ جو رومیہ میں تھا اور علم میں ہرقل کا ہم پلہ تھا اسکے بعد ہرقل حمص چلا گیا اور وہاں
اوسوقت تک رہا کہ خط ایلیا کا آیا جو موافق تھا ہرقل کی رائے کے کہ وہ ظاہر ہوئے اور وہ
نبی ہیں اوسوقت ہرقل نے بطارقہ روم کو اذن دیا اپنے دسکرہ (عبادت خانہ یا بالاخانہ) میں
جو حمص میں تھا اور حکم دیا کہ دروازے سب بند کر دے جائیں اسکے بعد اوس نے بالاخانہ سے
نکل کر کہا کہ اے رومیو تمکو فلاح اور رشد اور ثبات ملک کی اگر خواہش ہے تو اس نبی سے بیعت کرو
یہ سنکر وہ سب بھاگے جنگلی گدھوں کی طرح طرف دروازوں کے اونکو بند پایا ہرقل نے جب اون
کی نفرت اور وحشت دیکھی اور اونکے ایمان لانے سے مایوس ہوا تو کہا انکو ہمارے پاس پھیر لاؤ

پھر کہا یہ کلام ہمنے اسلئے کیا تھا کہ تمہارے ایمان کا امتحان لین کہ تم اپنے دین مین کس درجہ ثابت قدم ہو جسکا خوب تجربہ کیا پس اونہون نے سجدہ کیا ہرقل کو اور اوس سے راضی ہوئے اور یہ تھا آخر شان ہرقل۔

تعداد حدیث علامہ کرمانی کہتے ہین کہ بخاری صاحب نے اس حدیث کو دس مقام پر نقل کیا ہے اور علامہ عینی کہتے ہین کہ بلکہ چودہ مقام پر ایک تو یہین جو ابھی مذکور ہوا دوسرے باب الجہاد مین تیسرے ابراہیم بن ابی حمزہ سے تیسرے چوتھے تفسیر مین بروایت ابراہیم یونس و عبد اللہ بن محمد پانچوین باب العبادات مین بروایت ابراہیم بن حمزہ چھٹے جزیہ مین بروایت یحیی بن بکیر ساتوین ادب مین عن ابی بکیر آٹھوین ایضا اوس مین محمد بن مقاتل سے نوین باب الایمان مین دسوین باب العلم مین گیارہوین باب الاحکام مین بارہوین مغازی مین تیرہوین خبر الواحد مین چودہوین باب الاستیذان مین۔

ناظرین بافہم یہین سے سمجھ سکتے ہین کہ صحیح بخاری کس درجہ کی کتاب ہے اتنی بڑی طولانی حدیث کو چودہ مقام پر بخاری صاحب لائے ہین کہین مختصر کہین مطول جسکی شمار و تعداد مین باخود کسقدر جہ اختلاف ہوا کہ ایک صاحب دس جگہ بتاتے ہین اور دوسرے صاحب چودہ جگہ تو اس سے عام مسلمانون کی کسقدر حق تلفی ہوئی کیونکہ اصطلاح ایک ایک حدیث کو مختلف ابواب مین نہ لکھتے تو یا تو طولانی حجم صغیر ہو جاتا جس سے ہر طرح مسلمانون کو فایدہ ہوتا یا بعوض ان مکرر حدیثون کے اونکو وہ حدیثین ملتین جو اسمین درج نہ ہوئین اور تمام اہل اسلام اوسکے دل سے شایق ہیتے یون تو آپ شروع سے دیکھ رہے ہین کہ ہر حدیث مکرر سہ کرر آئی ہے مگر چونکہ اس واقعہ کے راوی اول حضرت ابو سفیان ہین لہذا یہ حدیث الیسا قند مکرر بنایا گیا کہ چودہ مقام پر یہ حدیث لکھی گئی اور ہر جگہ راوی مین ادل بدل بھی ہوتا گیا مسلم نے صرف مغازی مین اس حدیث کو اپنے پانچ شیوخ سے نقل کیا ابوداود نے ادب مین اور ترمذی نے استیذان مین اور نسائی نے تفسیر مین اور ابن ماجہ نے لکھا ہی نہین اگر ہم اور الزامون سے چشم پوشی کر لین تو یہی عیب کافی ہے کہ ناحق کا طول اس کتاب مین دیا گیا کہ ایک ایک حدیث کو دس دس جگہ اور بیس بیس جگہ نقل کیا جس سے بجز عقل مندی اور کچھ سمجھ مین نہین آتا۔

اسپر اہل سنت کا فخر کرنا اور اسکو کتب احادیث کا سرتاج بنانا اور بھی مضحکہ صبیان ہے کیونکہ جس
کتاب مین اسطرح کی غلطیان ہون اوسپر کوئی کیونکر ناز کر سکتا ہے کہ ایک ہی حدیث دس بیس
جگہ بیہودہ دہرائی جاوے اور ایک ایک حدیث کے صد ہا ٹکڑے کئے جاوین جس سے اصل حدیث بھی خبط
ہو جاوے چونکہ یہ حدیث بہت طولانی حدیث ہے اور بخاری صاحب نے غالبا اسوجہ سے کہ حضرت
ابوسفیان اسکے راوی ہین جو امیر معاویہ کے باپ تھے چودہ جگہ پر اس حدیث کو لکھا لہذا ہم بھی
مختصر اسکی شرح لکھتے ہین تاکہ فواید اسکے ظاہر ہون۔

(۱) علامہ عینی وجہ مناسبت یہ لکھتے ہین کہ یہ حدیث مشتمل ہے ذکر اوصاف پر اوس شخص کے جسپر وحی
ہوتی ہے اور نیز جو قصہ ہرقل مین حضرت کا حال ابتداے امر مین مرقوم ہے اور نیز جو آیت اس
مین مرقوم ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے انبیا کو وحی کی اقامت دین اور اعلان کلمہ توحید
کی لیے اس باب سے مناسبت اسکی ظاہر ہے۔

مگر افسوس یہانتک یہ لوگ بات بناتے گئے۔ باب تو یہ تھا کیونکر ہوئی ابتداء وحی کی رسول اللہ کی
طرف اب کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کو اوس باب سے مناسبت ہے اور یون بات بنانیکا
تو سب کو اختیار ہے جسکا جو جہان چاہو لگا دو۔

(۲) حافظ ابن حجر وجہ مناسبت یہ بتاتے ہین انما تضمنت کیفیة حال الناس مع النبی فی ذلک
الابتداء و لان الایة المکتوبة الی ہرقل للدعاء الی الاسلام ملتئمة مع الایة التی فی
الترجمة یعنی متضمن ہے کیفیت حال ناس پر نبی کے ساتھ ابتدا مین اور نیز اسوجہ سے کہ جو آیہ ہرقل کے
طرف بغرض دعوت اسلام لکھی گئی وہ ملتئم ہے اوس آیہ سے جو ترجمہ مین ہے مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ حال ناس
سے کیا مقصود ہے قبل بعثت کہ لوگ حضرت کو غیر متہم جانتے تھے یا بعد بعثت جو جنگ و جدال کی نوبت
آئی ہر دو صورت مین مناسبت نہین کیونکہ باب ہے کیفیت ابتداء وحی کی رسول صلعم کی طرف نہ
یہ کہ اسکے لئے باب منعقد ہو کہ حضرت کی حالت وحی کے پہلے کیا تھی اور لوگونکا کیا حال تھا اور دعوی التیام
آیہ اوس سے زیادہ غلط ہے کیونکہ ابتداے وحی مین تو انا اوحینا الیک ہے اور اس خط مین نہ وہ
آیہ ہے نہ اوسکا کوئی جزو تو پھر کیونکر التیام ہوا۔

(۳) خود ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر اسکا خوف نہ ہوتا کہ لوگ ہمارے دروغ کو جابجا نقل کرینگے تو

ہم ضرور کذب کہتے علامہ قرطبی مقام مین بشرح اس کے لکہتے ہین یعنے لولا ان یتحدث فیقل عنہ الکذب وانما فعل ہذا فی ذالک الوقت لشدۃ عداوتہ وحسدہ وحرصہ علی اطفاء نور ہو یابی اللہ الا ان یتم نورہ وفیہ ما یدل علی ان الکذب مذموم فی الجاہلیۃ والاسلام وانہ لیس من خلق الکرام اس سے معلوم ہوا کہ ابوسفیان کو باوصفیکہ سخت عداوت تھی حضرت سے اور نہایت درجہ کا حسد اور اسمین کوشان تھا کہ نور خدا کو بجہا دے مگر ان سب کا تحذیر بھی محض اخیال ہے کہ لوگ اسکے کذب و دروغ کو جابجا نقل کرینگے وہ اوسوقت مین مرتکب کذب نہ ہوا پس اگر کوئی دشمن کسیکے محامد اوصاف کو بیان کرے تو محض اس بیان سے خواہ روایت فضیلت سے یہ نہین سمجہا جاسکتا کہ وہ دشمن نہ تھا۔

حضرات اہل سنۃ نے جابجا اپنے خلفاو صحابہ کی عداوت کو جناب امیرالمومنین و اہل بیت طاہرین کے ساتھ اس پردہ سے چہپانا چاہا ہے کہ اونکی روایت فضایل و مناقب سے استدلال کیا ہے اسپر کہ وہ لوگ آن حضرت کے دشمن نہ تھے حالانکہ اس حدیث سے بخوبی اسکا تصفیہ ہوگیا کہ باوصفیکہ ابوسفیان کافر ہے اور دشمن رسول اللہ اور ازراہ حسد اطفاے نور خدا چاہتا ہے مگر ایک بادشاہ کافر کے سامنے حضرت کے فضایل و مناقب کا اظہار کر رہا ہے۔

(۲) حضرت نے ہرقل کو بلفظ عظیم الروم یاد کیا جس مین کافر کی فی الجملہ مدح ہے فتح الباری مین ہے فیہ عدول عن ذکرہ بالملک والامرۃ لانہ معزول بحکم الاسلام لکنہ لم یخلہ من الکرام لمصلحۃ التالیف یعنی بہ لفظ بادشاہ و امیر اسوجہ سے نہ لکہا کہ وہ بقاعدہ اسلام معزول ہے حکومت سے مگر نہ خالی رکہا تعظیم سے واسطے مصلحت تالیف کے پس جب بمصلحت تالیف نبی خدا ایک کافر کی مدح و تعظیم کرے تو اگر نائب نبی اس قسم کی تعریف کرے تو کیون اوس پہ اعتراض کیا جاتا ہے اور اس سے کیونکر ایمان اوسکا ثابت کیا جاسکتا ہے یہ مدح وثنا ایک دشمن کی دوسرے دشمن کے لئے کچہ اسی حدیث پر موقوف نہین ہے بلکہ بہت سے مقامات ہین جہان اس قسم کے نظائر مل سکتے ہین مگر ہم چند نظیرین اس قسم کی پیش کیا چاہتے ہین کہ اہل اسلام نے کفار کی مدح وثنا کی ہے اور تعظیمی الفاظ سے یاد کئے ہین۔

محمد بن یوسف شامی کتاب سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد مین تنزیل ابن داود کے

کہ حضرت سے اور نضر بن حارث سے گفتگو ہوی اور حضرت نے نضر بن حارث کو ساکت کر دیا گفتگو

ہین وقال بعض العلماء ان ابن الزبعری من فصحاء العرب یعنی ابن الزبعری فصحاء عرب سے ہی

جس سے جیرکی وجہ اوسکی ظاہر ہے پھر اوسی کتاب مین لکھتے ہین الباب الثالث والثلثون

فی عرض النبی نفسہ الکریمہ علی القبائل روی الحاکم والبیہقی وابو نعیم وقاسم بن

ثابت عن علی رض قال لما امر اللہ عزوجل نبیہ ان یعرض نفسہ علی قبائل العرب

خرج وانا معہ فذکر الحدیث الی ان قال ثم دفعنا الی مجلس اخر علیہم السکینۃ و

الوقار وتقدم ابو بکر فسلم فقال من القوم قالوا من شیبان بن ثعلبہ فالتفت ابو بکر

الی رسول اللہ وقال بابی وامی ھولاء غرر الناس وفیہم مفروق بن عمرو وھانی

بن قبیصہ والمثنی بن حارثہ والنعمان بن شریک اس روایت سے معلوم ہوا کہ

اوس مجلس کفار کی توصیف بلفظ سکینہ و وقار کیگئی ہے اور خود حضرت ابو بکر نے اون کفار کو غرر

ناس کہا ہے جو صریح ہے۔

بعض حضرات اہل سنت آیہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ کی ضمیر کو حضرت ابو بکر کیطرف راجع جانتے ہین

جو خود اونکے دیگر علما کے بیان سے باطل ہے مگر بفرض محال اگر قبول بھی کیا جائے تو کیا عجب خود

کفار کی شان مین علیہم السکینہ والوقار کا استعمال کیا گیا ہے تو خلیفہ کی اوس سے کیا

فضیلت نکل سکتی ہے - امیہ بن ابی الصلت کی شان مین خود حضرت نے فرمایا ہے آمن شعرہ و

کفر قلبہ جس سے اوسکا موصوف ہونا ایمان ظاہر ہے گو باطنہ وہ کافر ہے جیسا کہ اصابہ ابن حجر

عسقلانی مین ہے ولم یحلہ الاخبار انہ امنت کانہ الغرض یہ چند نظیرین یہان اس غرض سے

بیان ہوئین کہ ہر شخص کو معلوم ہو جیسے کفر و ایمان مین اس قسم کے الفاظ یا جو اس کے مماثل ہون مؤثر

نہین اصل ایمان اسلام کو اسکے قواعد مقررہ سے ثابت کرنا چاہیے۔

دوم اس روایت مین یہ جملہ نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ قیصر نے پوچھا تھا کہ اشراف اونکا اتباع

کرتے ہین یا ضعفاء ناس تو ابو سفیان نے جواب دیا اہل ضعفاء ہم لکہ ضعیف لوگ پیروی کرتے ہین

کیونکہ اگر صحیح مسلم کا یہ جملہ صحیح مانا جائے تو حضرت شیخین کی شرافت کا دعوی باطل ہوتا ہے اور اگر اس

کے قایل نہ ہون تو پھر صحت صحیح بخاری باقی نہین رہتی لہذا ابن حجر صاحب نے یہ جواب دیا و المراد بالاشراف

علم شان نزول ضعفا

ھنا اھل النخوۃ والتکبر منھم لا کل شریف حتی لا یرد مثل ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما یعنی شریف سے مراد یہان وہ لوگ ہین جو صاحب کبر و نخوت تھے نہ یہ کہ ہر شریف یہ جواب اسلئے دیا کہ ابوبکر و عمر کی شرافت پر کوئی اعتراض نہ آئے اگرچہ شریف سے مراد لینا اہل کبر و نخوت کو خود محل نظر ہے تاہم یہ جواب صحیح نہین کیونکہ علامہ عینی لکھتے ہین قال ابن السکیت الشرف و المجد لا یکونان الا بالاباء و الحسب و الکرم یکونان فی الرجل و ان لم یکن لہ آباء کہا ابن السکیت نے شرف و مجد نہین ہوتا ہے مگر خاندانی جو آباو اجداد کی شرافت سے حاصل ہوتا ہے بخلاف حسب و کرم کے کہ بغیر خاندان کے بھی حاصل ہو سکتا ہے اب وہ حضرات غور کرین جو ان لوگون کی شرافت خاندانی کے مدعی ہین کہ کس طرح ابوسفیان انکی شرافت سے انکار کرتا ہے اور وہ بھی کہان روبرو قیصر روم حالانکہ ارکان قریش اسلئے بٹھلائے گئے ہین کہ وہ ابوسفیان کی تکذیب کرین اگر کچھ غلط بیان کرے پس اس سے اور بھی بیان ابوسفیان صحیح ٹھہرا کہ اوسکی قوم نے اوسکی تکذیب نہ کی لہذا اہل سنۃ کو ادعائے شرافت شیخین سے دست بردار ہونا پڑا اور اسی وجہ سے ابن حجر و عینی نے اس قدر کوشش کی مگر بے سود نکلی پس صحیح بخاری سے ان لوگون کا غیر شریف ہونا بطور ثابت ہوا۔

(۵) اس روایت مین آیہ یا اھل الکتاب کو اسطرح لکھا ہے ویا اھل الکتاب جس سے امام بخاری پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اونہون نے قران مین تحریف کیا اور ایک حرف بڑھا دیا اس سے جو کھلبلی پیدا ہوئی وہ اسی سے ظاہر ہے کہ فتح الباری مین ہے ھکذا وقع باثبات الواو فی اولہ و ذکر القاضی عیاض ان الواو ساقطۃ من روایۃ الاصیلی و ابی ذر و علی ثبوتھا فھی داخلۃ علی مقدر معطوف علی قولہ ادعوک بدعایۃ الاسلام و اقول لک و لاتباعک امتثالا لقول اللہ یا اھل الکتاب و یحتمل ان یکون من کلام ابی سفیان لانہ لم یحفظ جمیع الفاظ الکتاب فاستحضر منھا اول الکتاب فذکرہ و کذا الایۃ و کانہ قال فیہ کان فیہ کذا و کان فیہ یا اھل الکتاب فالواو من کلامہ لا من نفس الکتاب و قیل ان النبی کتب ذلک قبل نزول الایۃ فوافق لفظہ لفظہا لما نزلت و السبب فی ھذا ان ھذہ الایۃ نزلت فی قصۃ وفد نجران و کانت قصتھم سنۃ الوفود سنۃ تسع و قصۃ ابی سفیان کانت قبل ذلک سنۃ ست و سیاتی ذلک واضحا فی المغازی و قیل بل نزلت سابقۃ فی اوائل الھجرۃ

والآیة یومی کلام ابن اسحٰق وقیل نزلت فی الیہود وجوز بعضہم نزولہا مرتین وہو بعید، صفحہ ۳۱ علامہ ابن حجر نے یہان چند جواب دئے ہین (۱) بروایت اصیلی واو ہی درمیان نہین ہے پھر نہ معلوم وہ طریقہ کیون متروک ہوا جو سب سے اعلم تھا (۲) بفرض تسلیم یہ واو اس قاعدہ سے ہو کہ یا اہل الکتاب معطوف ہو ادعوک پر پس تقدیر کلام یون ہوا کہ مین تجھے دعوت کرتا ہون بدعایۃ الاسلام اور کہتا ہون تجھکو اور تیرے اتباع کو واسطے امتثال حکم خدا کی یا اہل الکتاب۔ صرف بخاری صاحب کو غلطی سے بچانے کے لئے یہ تاویل کیگئی کہ اتنا جزا جوا بلا ضرورت محذوف مانا گیا (۳) ممکن ہے کہ یہ واو کلام ابوسفیان ہو کیونکہ اوسنے پورے خط کو نہین یاد کیا تھا بلکہ ابتدائی حصہ کو جسے اوسنے بیان کیا پھر آیہ کو بھی گویا کہ یون کہا وکان فیہ یا اہل الکتاب پس یہ واو کلام ابوسفیان سے ہی نہ یہ کہ اصل خط ہو (۴) یہ کہ حضرت نے اس آیہ کو قبل نزول لکھا (یعنی اپنے قول سے) جسکے بعد پھر یہ آیہ خدا کے یہان سے بھی نازل ہوا کیونکہ یہ آیہ قصہ وفد نجران مین ہے جو سنہ ۹ ھ مین ہوا اور ابوسفیان کا یہ قصہ قبل اسکے ہوا سنہ ۶ ھ مین جیسا کہ کلام ابن اسحاق سے ظاہر ہے کہا ہے کہ یہ آیہ ابتداء ہجرت مین نازل ہوا جیسا کہ کلام ابن اسحاق سے ظاہر ہے (۶) بعض نے کہا کہ یہ آیہ یہود کے بارے مین نازل ہوا (۷) بعض نے کہا کہ یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا مگر یہ بعید ہے۔

ہم نے یہ پوری عبارت ابن حجر کی اسلئے نقل کی کہ ناظرین کو معلوم ہو انلوگون کو صحیح بخاری کے صحیح بنانے مین کس قدر کد ہے اتنا نہین کہدیتے کہ بخاری سے غلطی ہوئی یاد نہ رہا جو آیہ کو باضافہ واو لکھا یا یہ کہدین کہ کاتب سے غلطی ہوئی اور اسقدر تاویلین کر رہے ہین جسکی کوئی انتہا نہین اور صاحب فہم اونپر مضحکہ کرین کیونکہ عطف والی ترکیب تو ایسی لغو ہے کہ جو شخص کچھ بھی عربیت رکھتا ہوگا وہ اسپر مضحکہ کریگا۔ کہان ادعوک بدعایۃ الاسلام پھر اسلم تسلم کہ جملہ تامہ ہے پھر یؤتک اللہ اجرک مرتین پورا جملہ دعائیہ ہے پھر فان تولیت شرط و جزا مل کر پورا جملہ ہے اسکے بعد ادعوک پر یا اہل الکتاب کو معطوف کرنا کیسا لغو ہے اور جب ابوسفیان پر یہ اتہام کہ اوسنے ایک واو زیادہ کر دیا تو یہ دعوی کیون نہین ہو سکتا کہ اوسنے پورا واقعہ غلط بیان کیا اور اگر راوی سے کوئی جملہ ساقط ہوگیا تو یہی کیون نہین کہدیا جاتا کہ بخاری سے ایک واو

بڑھ گیا کیونکہ بخاری صاحب کی زبان مادری دہ تھی تو اونسے ایسی غلطی کا ہونا زیادہ تر قرین
قیاس ہوسکتا ہی بہ نسبت اونکے جو اصحاب عربی تھے کہ وہ ایسی فاحش غلطی نہین کرسکتے خواہ ابوسفیان
ہو یا دوسرا راوی باقی رہا نزول آیہ کے بارے مین جو کچھ درفشانی کی ہے اوسکی نسبت خموشی سب
سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسقدر یقینی ہے کہ بخاری نے قرآن مین تحریف کیا اور اوسی تحریف کے
ساتھ ملک مین یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔

اس روایت مین جہان سے وکان ابن الناطور شروع ہوا ہے ایسا جملہ ہے کہ تمامی اہل حدیث
کو اسپر اعتراض ہے کیونکہ سیاق کلام کہہ رہا ہے پوری عبارت ایک حدیث کی ہے جو بروایت
ابن عباس ابوسفیان سے مروی ہے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ یہ ایک دوسری حدیث ہے
جسکے راوی زہری ہین اور امام بخاری نے دونون کو اسطرح ملا کر لکھا کہ ایک حدیث معلوم ہوتی ہے
ابن حجر لکھتے ہین الواو فی قولہ وکان عاطفہ والتقدیر عن الزہری اخبرنی عبید اللہ
فذکر الحدیث ثم قال الزہری وکان ابن الناطور یعنی قول وکان مین واو عاطفہ ہے
اور تقدیر اوسکی یہ ہے عن الزہری اخبرنی عبید اللہ۔

اب اہلحدیث اسپر غور کرین کہ دنیا مین آیا کوئی ایسی بھی کتاب ہے بے جوڑ جس مین حدیث کی اس
طرح گت بنائی گئی ہے تمام جہان کا تو یہی قاعدہ ہے کہ ایک حدیث پوری بیان کیجاتی ہے پھر
دوسری حدیث اسطرح شروع کی جاتی ہے حدثنا فلان یا اخبرنا۔

مگر بخاری صاحب ایسے امام المحدثین ہین کہ حدیث کو اسطرح لکھتے ہین کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہو یہ
کونسی حدیث ہے کہان سے شروع ہوی کہان تمام ہوئی چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہین فخفی وصلہ
الی ابن الناطور لا معلق کما زعم من لا عنایۃ لہ بہذا الشان وکذلک اغرب بعض المغاربۃ
فزعم ان قصۃ ابن الناطور مرویۃ بالاسناد المذکور عن ابی سفیان عنہ لانہ لما رآہا
لا تصح تجوزہا باسمہ حاملہا علی ذلک یعنی بعض لوگون نے اس حدیث کو معلق سمجھا یعنی بلا اسناد
اور بعض مغاربہ نے یہ گمان کیا کہ قصہ ابن ناطور بھی اوسی سند سے مروی ہے جو پہلے حدیث کی سند ہے
کیونکہ اسمین زہری وغیرہ کی تصریح نہین ہے لہذا ایسا گمان کیا۔

مگر افسوس کہ ابن حجر جیسے امام دوسرون پر رد کرتے ہین اور یہ نہین کہتے کہ جب بخاری کی

چھٹی غلطی بخاری کی

عقلمندی ہی جو اونھون نے اس حدیث کو اس ترکیب سے لکھا کہ کسی سمجھدار کو نہ معلوم ہوا ہو کیونکہ
معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث یا قصہ جب ایک مین ملا کر لکھا جائیگا تو کوی نہین کہہ سکتا کہ یہ دو قصہ
ہین اسیوجہ سے علامہ عینی لکھتے ہین ہو موصول بالاسناد المذکور ای بالتنبیہ علی ہذا وعلی ان
قصۃ ابن الناطور غیر مرویۃ بالاسناد المذکور عن ابی سفیان وانما عن الزہری
یہ ایسا مقام ہے جہان تنبیہ کرنا اسپر ضروری ہے کہ دونون دو قصے ہین اور قصہ ابن ناطور اوس
اسناد سے نہین ہی جسکی سند ابو سفیان سے ہو بلکہ یہ زہری سے ہی رہا ابن حجر وغیرہ کا یہ خیال کہ و
کان ابن الناطور کا واو واو عاطفہ ہے تو اسکا معطوف علیہ کون ہوگا کیونکہ وہ تقدیر اس کی
یون بتاتے ہین ثم قال الزہری وکان ابن الناطور یعنی واو عاطفہ نہین ہے بلکہ زایدہ
ہی اور پھر ایک جملہ پورا مقدر ماننا پڑتا ہے اور ثم قال کا قایل اگر شعیب ہی تو کسی دلیل سے اور
وہ نام شروع روایت مین پچیس سطر قبل مذکور ہے پھر کیونکر اس گتھی کو کوی سلجھا سکتا ہے
اب اسکو سنئے کہ انلوگون کو کہان سے معلوم ہوا کہ یہ دو حدیث ہی کیونکہ نہ کوی علامت ہی نہ
کوئی قرینہ جس سے معلوم ہو کہ یہ دو حدیث ہی پس اسکی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہین ابو
نعیم نے دلایل النبوۃ مین بیان کیا ہے کہ کہا زہری نے مینے ملاقات کی ناطور سے دمشق مین
بزمانہ عبد الملک بن مروان اور مین گمان کرتا ہون کہ زہری نے نہین لیا اس حدیث کو مگر
بعد اسکے کہ وہ (ابن ناطور) اسلام لایا اور اوس نے اپنا اسقف (پادری) ہونا اسوجہ سے بیان
کیا کہ لوگون کو معلوم ہو کہ یہ مطلع تھا اونکے اسرار پر اور عالم تھا اونکے اخبار سے اور جس نے اس کا
یقین کیا ہے کہ یہ روایت زہری ہے عبید اللہ سے اوسکا اعتماد اسپر ہے کہ سیرۃ ابن اسحق مین
یہ قصہ ابن الناطور مقدم ہے اوس روایت پر جو ابو سفیان سے مذکور ہوی کیونکہ وہان اسطرح ہی
عبید اللہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہو کہ ہرقل نے ایکروز صبح کی حالانکہ خبیث النفس دلگیر
تھا پس ذکر کیا پوری حدیث کو اور یقین کیا ہے تمامی حفاظ نے جیسا کہ مینے ابھی ذکر کیا اور
چاہئے کہ اس حدیث کو اوس قسم مین داخل کرین جس مین ادراج ہی اول خبر مین انتہے -
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس راز سربستہ کا علم اون لوگون کو بذریعہ دلایل النبوۃ معلوم
ہوا جسمین صاف صاف مرقوم ہے کہ زہری سے ابن الناطور نے بعہد عبد الملک بیان کیا اور

بذریعہ سیرہ ابن اسحاق حمص پہلے یہ قصہ ابن الناطور مذکور ہے بعدہ روایت ابوسفیان لیس جس
کتاب مین اسطرحکا خلط ملط ہو وہ بجز جہالت کیا بتا سکتی ہے ۔

اہل انصاف غور کرین اور دیکھین کہ آخر یہ کتاب کس شان کی ہے پھر تعجب ہے کہ اہل حدیث کیون ایسپر
ایمان دیتے ہین کیونکہ ان دونو روایتون مین چند طرحسے اختلاف ہے پہلے یہ کہ روایت ابوسفیان مین ہے
کہ دحیہ کلبی حضرت کا خط لے کر ہرقل کے پاس گئے تھے اور پہر ہرقل نے رات کو بعلم نجوم دریافت کیا کہ حضرت
مبعوث ہوئے جسکے بارے مین وہ کلام کر رہا تھا کہ ملک غسان نے ایک آدمی بھیجا جسنے حضرت کی خبر
بیان کی اور دوسرے یہ کہ پہلی روایت مین مذکور ہے کہ حضرت کا خط آیا اور دوسری روایت مین خط
وغیرہ کا کوئی ذکر نہین تیسرے یہ کہ پہلی روایت مین یہ مذکور ہے کہ جب ہرقل نے وہ خط حضرت کا تمام
کیا تو تمام قصر مین شور و غل قایم ہوا جسپر ابوسفیان وغیرہ نکالے گئے اور دوسری روایت مین یہ ہے
کہ ہرقل نے خود اون لوگون کو اپنے دربار مین بلایا اور سب سے کہا کہ ایمان لاؤ اس نبی پر جس سے وہ
سب متوحش ہوئے بس تعجب ہے کہ جن دو روایتون مین اسقدر اختلاف ہو اوسکو بخاری سا امام
المحدثین ایک حدیث بنادے اور اسطرح لکھے کہ پھر کسی کو اسمین شبہ بھی نہ ہو کہ دونو ایک حدیث ہی
انشاء اللہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ حیرت ناک واقعہ صرف اسی حدیث سے متعلق نہین ہے بلکہ چند
حدیثون مین بخاری کے یہی واقعہ پیش آیا ہے جسکے حل کرنے مین علماء اہلحدیث آجتک سرگردان ہین ۔

(۷) اس حدیث مین جو یہ مرقوم ہے کہ ہرقل حمص چلا گیا اور وہین رہا اوسوقت تک کہ اوسکے صاحب
کا خط آیا جسکی رائے موافق تھی ہرقل کے یہ بھی معرکہ کا جملہ ہے کیونکہ فتح الباری مین ہے کہا دحیہ
کلبی نے جب باہر ہوے (وہ نصاری جنہین بلا کر قیصر نے بشارت حضرت کی دی تھی) تو بلایا ہم
اور بھیجا طرف اسقف کے جو صاحب امر اونکا تھا تو اوسنے کہا یہ وہی شخص ہے جسکے ہم لوگ منتظر تھے
اور بشارت دی تھی حضرت عیسی نے بس ہم اوسپر ایمان لائے اور تصدیق اونکی کی قیصر نے کہا اگر
مین ایسا کرون تو میرا ملک زایل ہو جائیگا پورے قصہ کے بعد ہے کہ اسقف نے کہا میرا یہ خط لے
اور اپنے صاحب (یعنی آنحضرت صلعم) کو میرا اسلام کہنا اور یہ کہ مین شہادت دیتا ہون توحید خداوند
عالم و رسالت رسول اللہ اہل روم نے جب یہ قصہ سنا تو اوسکو قتل کر ڈالا اور روایت ابن
اسحاق مین ہے کہ ہرقل نے دحیہ کلبی کو ضغاطر رومی کے پاس بھیجا جسکی نسبت کہا تھا کہ اوسکا قول

اہل روم مین زیادہ مقبول ہے اور ضغاطر رومی کے پاس جب دحیہ پہونچے تو اوسنے ایمان قبول کیا جسپر رومیون نے اوسے قتل کرڈالا جب دحیہ واپس آئے ہرقل کے پاس اور یہ واقعہ بیان کیا تو ہرقل نے کہا ہمنے تم سے نہین کہا تھا کہ ہمکو اونکی طرف سے جان کا خوف ہے کہ ضغاطر باوصفیکہ زیادہ معظم تھا اوسکو ان سبھون نے قتل کرڈالا۔

حافظ ابن حجر یہ لکھکر پھر یہ فرماتے ہین پس ممکن ہے مراد صاحب رومیہ سے جسکا ذکر بطور ابہام اس حدیث مین آیا ہے یہی شخص ہو مگر اوس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دحیہ کلبی قیصر روم کے پاس وہ خط نہین لائے تھے جو صلح حدیبیہ کے زمانہ سنہ ۶ھ مین لکھا گیا تھا بلکہ وہ خط لائے جو غزوہ تبوک مین لکھا گیا تھا سنہ ۹ھ مین پس راجح یہ ہے کہ دحیہ ہی قیصر کے پاس دونون خط لائے ہون اور اسقف اور ضغاطر دونو کے لئے یہ قصہ پیش آیا ہو کیونکہ ابن ناطور والے قصہ مین یہ نہین مذکور ہی کہ وہ اسلام لایا یا قتل ہوا بخلاف دوسرے قصہ کے جسمین ابن اسحق نے ذکر کیا ہو کہ وہ قتل ہوا اس عبارت کے دیکھنے سے اور بھی صحیح بخاری کی قلعی کھلجاے گی کیونکہ خود اسی حدیث مین جو ابوسفیان سے پہلے مذکور ہوئی یہ موجود ہے کہ دحیہ کلبی زمانہ صلح حدیبیہ مین خط لاے تھے جسپر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ دحیہ تو وہ خط لائے تھے جو غزوہ تبوک کے وقت سنہ ۹ھ مین لکھا گیا تھا پھر صحت صحیح بخاری کہان رہی۔

افسوس ہی کہ جس روایت کو بخاری صاحب نے اپنی صحیح مین چودہ مقام پر لکھا ہو اوسکی یہ حالت ہو کہ اوس سے کوئی امر محقق نہ معلوم ہو اور اس قسم کے ترددات اوسمین پیش آوین کہ ایک واقعہ بھی صحیح طور پر نہ معلوم ہو پھر وہ کتاب کن معنون سے صحیح کہی جاسکتی ہے۔

(۸) آخر مین بخاری نے لکھا ہے کہ یہ آخر شان ہرقل ہے اسپر حافظ ابن حجر لکھتے ہین کہ یہ قول یا تو متعلق ہے ہرقل کے دعوت اسلام کے بارے مین یا بہ نسبت اپنے علم کے بخاری نے ایسا لکھا ہے ورنہ ہرقل سے بہت سے قصونکو تعلق ہے جو بعد اسکے ہوے مثل اسکے کہ اوس نے جنگ موتہ کیلئے لشکر روانہ کیا پھر جنگ تبوک مین اوس نے لشکر بھیجا پھر حضرت کے پاس کچھ طلا بھیجا تھا جسے حضرت نے اپنے اصحاب پر تقسیم کیا پھر اوسکا جنگ کرنا ابوبکر وغیرہ کے ساتھ۔

افسوس کہ یہ آخری جملہ بھی بخاری صاحب کا درست نہ رہا جس مین ابن حجر کو یہ تاویل کرنی پڑی

کہیا تو یہ مراد لیا جاوے کہ اس قصہ معین ہیں یہ آخر شان ہرقل ہے کہ بخاری صاحب کو اسی قدر معلوم تھا اگر کسی صورت میں یہ جملہ صحیح نہیں رہتا کیونکہ نہ کوئی سنی اسکو قبول کرسکتا ہے کہ بخاری کا علم ابن حجر سے بھی کم تھا نہ یہ جملہ کہ یہ آخر شان ہرقل تھا اسکو تیار رہا ہے کہ یہ آخر بیت اس قصہ سے متعلق ہے۔

حافظ ابن حجر نے دو توجیہ یہاں اور لکھی ہے ایک یہ کہ چونکہ اس باب کو بخاری نے انما الاعمال بالنیات سے شروع کیا ہے لہذا اس جملہ آخر شان ہرقل پر ختم کیا جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر ہرقل کی نیت صادق تھی تو اس سے منتفع ہوگا والا محروم رہیگا پس اس سے مناسبت اس حدیث کی اس باب سے نمایاں ہوئی اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ چونکہ بخاری صاحب اس باب کو ختم کر رہے تھے لہذا بغرض براعۃ اختتام لفظ آخر شان ہرقل لائے مگر یہ دونوں مضمون شاعرانہ ہیں کیونکہ جب ہر طرح سے ہرقل کا کفر ثابت ہے پھر اسکو اس اقرار سے کیا نفع ہوگا کیا بخاری صاحب اسکو مسلم مومن قرار دیتے ہیں اور براعۃ اختتام تو علم ادب سے متعلق ہے فن حدیث سے اس کو کیا تعلق۔

(۹) آخر میں اس روایت کے یہ جملہ رواہ صالح بن کیسان ویونس ومعمر عن الزہری بھی محل نظر ہے کیونکہ مطلب تو اسکے یہ ہوے کہ روایت کی اسکی صالح بن کیسان نے اور یونس نے اور معمر نے زہری سے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے یہ پوری عبارت ایک ہی کیونکہ رواہ کہا یعنی ضمیر واحد ہے حالانکہ ابھی معلوم ہوچکا یہ دو روایت ہیں جس کے لئے رواہما ہونا چاہیے چنانچہ کتاب الجہاد میں جو یہ روایت صالح بن کیسان سے بخاری نے لکھی ہے وہیں تک جو آخر کلام ابو سفیان ہے حتی ادخل اللہ علی الاسلام جسمیں قصہ ابن ناطور کا وجود ہی نہیں۔

نوان اعتراض

اگر اس حصہ اول کی نسبت یہ جملہ کہا گیا تو اسکو المعنی فی نفسہ الشاعر کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علما کو یہاں اشتباہ ہوا قال والکرمانی یحتمل ذلک وجہین ان یروی البخاری عن الثلاثۃ بالاسناد المذکور کانہ قال انا ابو الیمان انا ہو لاء الثلاثۃ

عن الزهري فان يروي عنهم بطريق اخر كما ان الزهري يحتمل ايضا في رواية الثلاثة ان يروي لهم عن عبيد الله عن ابن عباس وان يروي لهم عن غيره هذا ما يحتمل اللفظ وان كان الظاهر الاتحاد

کہا کرمانی نے یہان دو احتمال ہے ایک یہ کہ بخاری نے ان تینون آدمیون سے روایت کی ہے اوسی سند سے جو شروع حدیث مین ہے (حدثنا ابو الیمان الحکم بن نافع قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ان عبد اللہ بن عباس اخبرہ ان ابا سفیان بن حرب اخبرہ) گویا کہ کہا حدیث کی مجھ سے ابو الیمان نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے ان تینون نے زہری سے دوسرے یہ کہ بخاری روایت کرتے ہین ان لوگون سے بطریق آخر جیسا کہ محتمل ہے زہری نے بھی ان تینون کی روایت مین روایت کی ہو زہری نے عبید اللہ ابن عباس سے اور یہ کہ روایت کی ہو غیر سے یہ وہ احتمال ہے جو لفظ سے پیدا ہوتا ہے اگرچہ ظاہر اتحاد ہے۔

اس پوری عبارت سے ظاہر ہے کہ بخاری کا یہ جملہ کیسا تردد انگیز ہے کہ خود کرمانی سے محدث کو تردد ہوا کہ کیا مراد ہے عسقلانی پہلی وجہ کرمانی کی اس وجہ سے رد کرتے ہین کہ ابو الیمان نے نہ صالح بن کیسان سے ملاقات کی نہ کچھ یونس سے سنا پھر اوس سے کیونکر روایت کر سکتے ہین مگر خود بخاری کو کہان ان دونون سے ملاقات ہوئی جو بلا واسطہ کہدیا حالانکہ کتاب الجہاد مین اس روایت کو اس سند سے لکھا ہے ابراہیم بن سعد عن صالح بن کیسان جس سے معلوم ہوا کہ خود بخاری کو صالح بن کیسان سے اتصال نہین ہے تو اب یہان روایت صالح بن کیسان منقطع السند ہوگا جو شان صحیح کے خلاف ہے اسی طرح روایت یونس بھی بخاری نے بطریق لیث اور ابن المبارک لکھا ہے غرض کہین بلا واسطہ نہین روایت ہے پھر یہان جو روایت صالح بن کیسان لکھا تو منقطع الاسناد ہوا۔

آخر مین ابن حجر لکھتے ہین کہ ابو الیمان نے اس حدیث کو ان تینون سے نہین کیا اور زہری نے جو اپنے اصحاب سے بیان کیا تو بسند واحد شیخ واحد سے یعنی عبید اللہ بن عبد اللہ سے اور اگر یہ جائز ہو کہ روایت کرتا اون لوگون کے لئے دوسرے شیخ سے تو یہ اختلاف باعث

اضطراب جو موجب ضعف ہی ہیں اسوجہ سے کرمانی کا فساد ظاہر ہوا۔

افسوس صد افسوس کہ انسان تعصب مین ایسا بدحواس ہو جاتا ہے کہ اوسے کچھ سوجھائی نہین دیتا یہان تو کرمانی پر اسقدر بھپرے کہ اگر یہ احتمال مانا جاے تو صحت بخاری جاتی رہتی ہے اور وہان خود اس سے بدتر احتمال پیدا کر چکے ہین اور ضعف وغیرہ کا کچھ نہ خیال ہوا کیونکہ یون لکھ چکے ہین یہ حدیث ایک نہین ہے ادخل اللہ علی الاسلام تک ایک حدیث ہے اور کان ابن الناطور سے دوسری حدیث ہے جسکی نہ کوئی علامت ہے نہ سند ثانیا پہلی حدیث کی سند اس طرح ہے ابو الیمان الحکم بن نافع قال اخبرنا شعیب عن الزہری جس سے زہری تک دو راوی کا واسطہ ہے کہ زہری عبید اللہ عبد اللہ بن عباس۔ ابوسفیان سے راوی ہین اور اس ابن ناطور مین کوی سند ہی نہین ثالثا اگر سند ہے تو اس طرح زہری ابن ناطور جو نہ مذکور ہے نہ مرقوم پس ایک حدیث دو حدیث بھی ہوئی اور شیخ بھی بدلگیا کیونکہ پہلی روایت مین زہری کا شیخ عبید اللہ ہے اور دوسری روایت مین ابن ناطور تو جو الزام کرمانی کے احتمال پر قایم کیا تھا وہ خود بخود قایم ہے پھر اسکے ضعف و سقم مین کیا تامل ہو سکتا ہے کیونکہ خود آپلوگون نے بتایا ہے کہ یہ ایک حدیث اصل مین دو حدیث ہے ایک کے راوی زہری بواسطہ عبید اللہ ہین عبد اللہ بن عباس سے اور وہ ابوسفیان سے اور دوسرے کے راوی وہی زہری ہین بلا واسطہ ابن ناطور سے پس صرف اضطراب موجب ضعف ہی نہین پیدا ہوا بلکہ اوسکے ساتھ خبط بھی ہے اور ایسی خبطگی جو مفضی ہو طرف جنون و دیوانگی کے۔

(١) اس پوری حدیث مین جو نہایت طولانی ہے ایک جملہ بھی حدیث رسول اللہ نہین ہے یعنی یہ کہ کسی نے حضرت کے کلام کو سنا ہو اور اوسکو نقل کیا ہو بلکہ جو کچھ کلام ہے وہ ابوسفیان کا جو اوسوقت مین کافر تھا اور بعدہ مدت العمر منافق رہا اور ہرقل قیصر روم کا جو اوسوقت بھی کافر تھا اور بعدہ بھی کافر ہی رہا یا ابن ناطور کا جو پہلے کافر تہا جسکی نسبت ابونعیم لکھتے ہین واظنہ لم یحتمل عنہ ذلک الا بعد ان اسلم یعنی مین گمان کرتا ہون کہ زہری نے یہ روایت اوسوقت لی جب ابن ناطور اسلام لایا مگر یہ ظن محض ظن ہے جسپر کوی دلیل نہین کیونکہ یہہ گمان اونکو صرف اسوجہ سے پیدا ہوا کہ کافر کی روایت قابل قبول نہین لہذا ممکن ہے کہ زہری

لے بعد قبول اسلام لیا ہو مگر یہ دلیل اسوجہ سے قابل تسکین نہین کہ ممکن ہے چونکہ وہ کافر تھا اور
فضایل جناب رسالت مآب کا اظہار کر رہا ہے قبول کر لیا ہو کیونکہ بسبب تشریط احکام حلال و حرام
مین زیادہ ملحوظ ہوتے ہین نہ مطلقاً پس بہر حال خواہ وہ مدت العمر کافر رہا یا اسلام لایا ہو حدیث
رسول سے یہ طولانی عبارت خارج ہے بہ استثناے اوس خط کے جو حضرت دحیہ کلبی ہرقل کے پاس
لائے تھے کہ وہ البتہ قول رسول اللہ ہے یا حضرت کا خط ہی پس بہر طور اس روایت کو حدیث رسول اللہ
کہنا یا اس کتاب کو کتاب حدیث سمجھنا صریح تعدی ہے اور اگر یہ کہئے کہ اس روایت سے اظہار فضایل
جناب رسالتماب جو مقصود ہے تو مسلم مگر ایسی روایتوں کا مجمع تواریخ مین ہونا چاہئے نہ کتب احادیث
مین جنکا اصل منشا جمع قول رسول ہے اور انشاء اللہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ ساری کتاب
مین نفس قول رسول کا کس قدر حصہ ہے جیسا کہ ابتدا سے ملاحظہ کر رہے ہین۔

آخر مین یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کہ خود ابو سفیان کی کیا حالت رہی جو اصل راوی اس روایت
کے ہین کہ اچھی طرح جلالت قدر اس کتاب کی معلوم ہو علامہ شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ مین لکھتے
ہین ودر استیعاب میگوید کہ طائفہ روایت میکنند کہ وے پشت و پناہ منافقان بود و از ان باز
کہ اسلام آوردہ ودر جاہلیت منسوب بہ زندقہ بود و روایت کردہ شدہ است از حسن کہ ابو سفیان
در آمد بہ امیر المومنین عثمان وقتیکہ رسید خلافت وی و بود وی اعمی و گفت گردیدہ است خلافت
بسوے تو بعد از تیم و عدی پس بگردان او تار آن بنی امیہ را و نیست آن مگر ملک و در نمی یابم جنت را
و نار پس بانگ برزد بروے عثمان و گفت بکند با خدا آنچہ بکند و بار گردانید از پیش خود و صاحب
استیعاب میگوید کہ او را اخبار است مانند این بسوے امر شنیع ذکر کردہ اند آنرا اہل اخبار و من
نیز ہمہ بہائے ذکر آن زیرا کہ در اخبار چیزے است و دلالت دارد کہ اسلام او سالم و حسن نہ
بود و حدیث سعید ابن المسیب دلالت بر ضعف اسلام وے میکند و در اصابہ گفتہ کہ بود وے از
مولفۃ القلوب و پیش ازان راس مشرکان بود در احد و احزاب و میگویند آن حضرت عامل گردانید
او را بر نجران و ثابت نشدہ است و ابن اسحاق گفتہ کہ آن حضرت او را بر مناۃ فرستاد تا بدم
کند آنرا و روایت کردہ است ابن سعد از طریق ابی السفر کہ گفت چون دید ابو سفیان روز فتح مردم
را کہ میروند دنبال آن حضرت حسد برد و گفت در دل خود کاشکے بر گردند این جماعت برین مرد پس

ان حضرت در سینه وے و گفت اکنون رسوا گردانید ترا خدا تیغ بی بہس گفت ابو سفیان او استغفر اللہ و اتوب الیہ تعوذ نکردہ ام از آن امرے کہ بود حدیث کرد نفس من و چون [illegible] فتح حضرت عباس بوی گفت آیا وقت نرسیدہ ترا یا با حنظلہ کہ شہادت دہی ان لا الہ الا اللہ وی سکوت کرد و چون گفتند آیا وقت نرسیدہ کہ گواہی دہی محمد رسول اللہ گفت اما باین ہنوز یقین ندارم و در شبہہ ام صفحہ ۶۲۶ جلد دوم

اگرچہ حالات بہت بسط طلب ہیں اور شیخ صاحب نے نہایت دبا دبا کے لکھا چنانچہ آخوند صاحب استیعاب نے یہ بھی لکھدیا کہ ہمکو کوئی ضرورت نہیں کہ اون بعاتیون کو لکھین جس سے عدم حسن اسلام اور نفاق اونکا ظاہر ہو مگر جسقدر لکھا ہی وہ بھی اہل فہم اور خدا ترس کے نزدیک کافی ہے کہ خود حضرت عثمان سے جو خلیفہ وقت تھے کہدیا کہ نہ جنت ہی نہ نار بلکہ جو کچھ ہے وہ ملک و سلطنت کہ حضرت نے اونکے لئے سب کچھ کیا اب اونکے کفر و نفاق مین کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے اور جب علماء اہل سنت نے ایسی چیزین بھی درج کین جس سے اونکا حال ہونا نکلتا ہے جسکے ثبوت سے بھی شیخ صاحب نے انکار کیا تو اور باتون کا کیا ذکر۔ چہ جائیکہ چونکہ یہ مقام اجمال ہے لہذا اسیقدر پر اکتفا کیا گیا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کس قدر ان علما نے اخفا حالات سے کام لیا تو پھر تمیز ہے کیونکر ٹھیک چل سکتا ہے۔

اب اہل سنت کو عموماً اور اہل حدیث کو خصوصاً مناسب ہی کہ اس تحریر کو جو نہایت مختصر ہے اور جسکی بنا اسکی تحقیقات اہل سنتہ پر ہے بغور ملاحظہ فرمائین اور سمجھین کہ اس کتاب صحیح بخاری کو جو صحیح الکتب بعد کتاب الباری عام طور سے کہی جاتی ہے کیا حالت ہی کہ ایک حدیث بھی بقاعدہ خود محدثین صحیح نہین کیونکہ جو کچھ لکھا گیا وہ بحیثیت اختلاف شیعہ سنی نہین ہے نہ اون اختلافات کی بیان بحث ہی بلکہ یہ سب محض علما و اہل حدیث کی تحقیقات کے مطابق ہی جس سے دیکھنے والون کی آنکھین کھلجائینگی اور نور عرفان دو چند بڑھ جائے گا اور سمجھین گے کہ اگر ایسی کتاب پر دین و ایمان کا مدار رکھا جائے تو نہ صرف اہل اسلام خندہ زن ہونگے بلکہ کفار بھی مضحکہ اڑائین گے۔

چونکہ بخاری صاحب نے مقدمہ کتاب کو یہین ختم کیا اور اسکے بعد کتاب الایمان شروع کیا اسلئے ہم بھی تنقید کے پہلے حصہ کو یہین ختم کرتے ہین اور کتاب الایمان سے دوسری جلد شروع ہو گی۔ واللہ الموفق والمعین وعلیہ نتوکل وبہ نستعین۔ تم جلد الاول من فضل الباری فی تنقید صحیح البخاری والحمد للہ اولا و آخرا والصلوۃ والسلام باطنا و ظاہرا علی الخادم الشرع الانور [illegible]